SkorpiO
FriendsKorner
Please register!
Visual Watermark

مکمل ناول

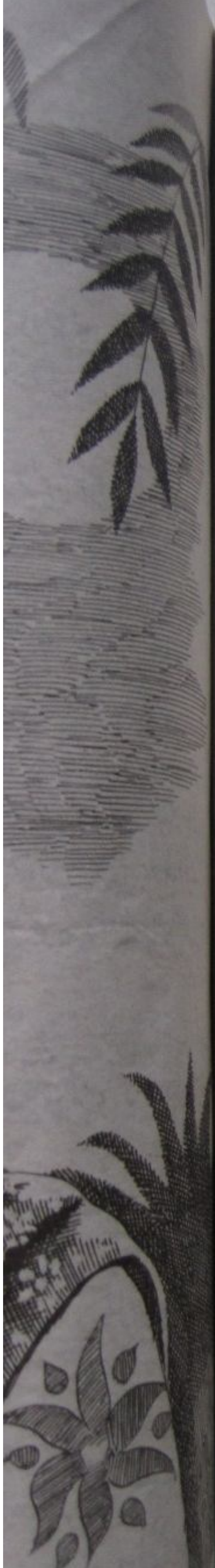

''یہ تو اپنی اپنی قسمت ہے۔
''اور بیٹا جی!
گیا تھا۔ جب

پھر زندگی مسکرائی

فرزانہ مغل

پھر تخیل میں رنگوں کی برسات ہے
دشتِ احساس میں پھول کھلنے لگے
ہم کو لفظوں کا مرہم عطا ہو گیا
درد مٹنے لگے، زخم سلنے لگے

SkorpiO FriendsKorner

اسپتال کے لیے تیار ہو کر وہ ناشتے کے لیے ڈائننگ ٹیبل پر آ گئی لیکن اس نے صرف ایپل جوس کا گلاس لیا اور کھڑے کھڑے ہی پینا شروع کر دیا تھا۔

''سارہ! بیٹے بیٹھ کر ٹھیک سے ناشتہ کرو۔'' بابا جان (جلال احمد درانی) نے ناشتہ کرتے ہوئے اس کی جلدی پر ٹوکا تھا۔ اخبار کی ہیڈ لائنز پڑھتے بلال احمد درانی نے بھی چھوٹی اور لاڈلی بہن کی جانب دیکھا لیکن خاموش رہے۔

''یہ...... یہ کیا کر رہی ہو سارہ اطمینان سے ناشتہ کرو۔'' سمیعہ جو اپنے یہ دھیان میں چھ سالہ سمیر اور تین سالہ عینی کو ناشتہ کروانے میں مصروف تھیں یکلخت سسر کی آواز پر اس کی جانب متوجہ ہوئی تھیں۔

''بھابی! یہ جوس کافی ہے اسپتال میں کچھ کھا لوں گی۔ آج ہماری میٹنگ ہے۔ مجھے ذرا جلدی پہنچنا ہے۔'' سارہ نے جوس کا سپ لیتے ہوئے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے بیٹا لیکن بیٹھو تو سہی۔'' بابا جان نے شفقت بھرے انداز میں اسے اپنے ساتھ رکھی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ سارہ کو خاموشی سے بیٹھنا پڑا۔

''سارہ! میں دیکھ رہا ہوں کچھ دنوں سے گڑیا تم کافی اپ سیٹ دکھائی دے رہی ہو۔ کوئی پرابلم ہے تو بلا جھجک ہم سے شیئر کر سکتی ہو۔'' بلال احمد نے اخبار سے نظریں اٹھا کر اس بار بہن کی جانب بغور دیکھتے ہوئے کہا گو کہ وہ ایک پکے بزنس مین تھے لیکن اپنے اردگرد سے بے خبر نہیں رہتے تھے۔ سارہ اپنی جگہ دم بخود رہ گئی۔ وہ بات جو اس کے لیے کافی دنوں سے پریشانی کا باعث بنی ہوئی تھی کیا اب اس کے چہرے سے عیاں ہونے لگی ہے۔ اس کا ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا۔

''ارے سارہ جلال! یہ کیا کرنے چلی ہو۔ یہ سب تو تمہاری جانب متوجہ ہو گئے ہیں۔ تمہیں خود کو سنبھال کر ہر قدم اٹھانا ہے ورنہ تم پہلے قدم پر ہی لڑکھڑا جاؤ گی ہمت کرو سارہ ہمت کہ اب تمہاری باری ہے۔'' وہ سوچ کر رہ گئی۔

''آپ لوگ تو خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہیں اسپتال

Please register!
Visual Watermark

میں کام زیادہ ہے اسی لیے کچھ ڈسٹرب ہوں اور تو کوئی ایسی بات نہیں۔'' سارہ نے خود کو سنبھالتے ہوئے پھیکی سی مسکراہٹ سے ان سب کو مشترکہ جواب دیا اور جوس کا آخری سِپ لیتے سب کو خدا حافظ کہتی وہاں سے بھاگی تھی کیوں کہ اس کے آنسو پلکوں کا بند توڑنے کو بے تاب تھے۔

سارہ اسپتال پہنچی تو تمام ڈاکٹرز کانفرنس روم میں جمع ہو رہے تھے۔ وہ بھی اپنی دوست اور کولیگ ڈاکٹر ثانیہ کاظمی کے ساتھ جا کر بیٹھ گئی اور آج کی ہونے والی میٹنگ پر تبصرہ کرنے لگی۔ اصل میں جدید سہولت سے مزین پرائیوٹ اسپتال کے مالک اور ایڈمنسٹریٹر سرجن مظہر علی شاہ کچھ میڈیکل کورسز کے سلسلے میں دو سال کے لیے اپنی فیملی سمیت جرمنی جا رہے تھے اور ان دو سالوں کے لیے وہ اسپتال کی ذمہ داری کسی قابل بھروسہ شخص کے حوالے کر کے جانا چاہتے تھے جو ان کے بعد اسپتال کو بہتر طریقے سے سنبھال سکے اور آج کل اسپتال میں یہی قیاس آرائیاں چل ہو رہی تھیں کہ سرجن مظہر علی اپنے اسپتال میں ہی کسی کے حوالے یہ ذمہ داری ڈال کر جائیں گے۔

معاً کانفرنس روم میں سرجن مظہر علی کے ساتھ سرجن تیمور ملک داخل ہوا تھا۔

تیمور ملک اور یہاں؟ سارہ تحیر بھرے انداز میں بڑبڑائی تھی۔ حالانکہ ان دونوں کا پروفیشن ایک تھا اسے تیمور ملک کو یہاں دیکھ کر تحیر میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے تھا۔

تیمور ملک نے سرجن مظہر علی شاہ کے ساتھ اپنی نشست سنبھالتے ہوئے یہاں بیٹھے بہت سے سرجن ڈاکٹرز میں سے سارہ کو ڈھونڈ ہی لیا۔ نظر کا نظر سے تصادم ہوا۔ سارہ نروس ہو کر نظریں چراتے ہوئے اپنے ساتھ بیٹھی ڈاکٹر ثانیہ کی جانب متوجہ ہو گئی۔ پھر کانفرنس روم میں بیٹھے تمام سرجن و ڈاکٹرز، سرجن مظہر علی شاہ کی تقریر کی سمت متوجہ ہو گئے جس کا خلاصہ یہ تھا کہ وہ اپنے اسپتال کو دو سال کے لیے سرجن تیمور ملک کے حوالے کر کے جا رہے تھے کیونکہ سرجن تیمور ملک سے ان کی دوستی و شناسائی آج سے نہیں بلکہ نیویارک میں رہائش کے دوران ہوئی تھی۔ سرجن مظہر علی شاہ اس سے عمر میں بھی اور پروفیشن کے لحاظ سے بھی کافی سینئر تھے لیکن وہ سرجن تیمور ملک کی قابلیت سے بہت متاثر نظر آ رہے تھے۔

سرجن مظہر علی شاہ کے اس اعلان پر سارہ کو اک شاک لگا تھا۔ اس نے اضطراب بھرے انداز میں ثانیہ کی سمت دیکھا تھا۔

''ٹیک اٹ ایزی سارہ۔'' ڈاکٹر ثانیہ نے اس کی کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے سرگوشی کے انداز میں تسلی دی۔

اسی رات کو شہر کے مشہور ترین ہوٹل میں سرجن مظہر علی شاہ کے جانے اور سرجن تیمور ملک کے اسپتال جوائن کرنے کے اعزاز میں اسپتال کے اسٹاف نے دونوں کو ڈنر دیا تھا۔ وقت مقررہ پر سارہ بھی ہوٹل پہنچ گئی۔ سیاہ شیفون کے سرخ بارڈر والے سوٹ میں سیاہ سلکی لمبے بالوں کی چوٹی بنائے لائٹ سے میک اپ میں وہ سادگی کا پیکر نظر آ رہی تھی لیکن اس سادگی میں بھی اک چارم و حسن پنہاں تھا۔ وہ اپنے کولیگز کے ساتھ علیک سلیک کرتی ڈاکٹر ثانیہ کی سمت بڑھی تھی وہ اپنے جونیئرز کے ساتھ کھڑی گفتگو کر رہی تھی۔

تیمور ملک نہ جانے کس کونے سے نکل کر اس کی راہ میں حائل ہو گیا۔ اس کے بڑھتے قدم کسی غیر مرئی طاقت نے جکڑ لیے تھے۔

''کیسی ہو تم؟'' اپنی انتہائی پرکشش شخصیت سمیت ہونٹوں پر شریر مسکراہٹ لیے تیمور ملک اس سے استفسار کر رہا تھا۔ دیارِ غیر کی فضاؤں نے اس کی صحت قابل رشک بنا دی تھی۔

''تم کون ہوتے ہو مجھ سے حال احوال پوچھنے والے؟'' سارہ نے جواب میں گویا پتھر کھینچ مارا تھا۔ اس کے طرزِ تخاطب پر سارہ کو بڑی حیرت ہوئی تھی۔ اس کے سامنے کھڑا تیمور ملک آج سے چار سال پہلے والا تیمور

SkorpiO FriendsKorner
Please register!
Visual Watermark

نہیں تھا۔ یہ تو وہی تیمور تھا جس نے کبھی ٹوٹ کر سارہ کو چاہا تھا۔

"لیکن مجھے تم کچھ خفا خفا سی دکھائی دے رہی ہو۔ شاید میرا اسپتال کا چارج لینا تمہیں پسند نہیں آیا۔" تیمور ملک ہنوز شریر نظر آرہا تھا۔

"سرجن تیمور ملک! دوسروں کی ٹوہ لینا چھوڑ دو۔" سارہ کے لہجے میں سرد مہری عود کر آئی تھی۔

"تم دوسروں میں نہیں اپنوں میں شمار ہوتی ہو۔ اپنے بھی وہ جو دل کے بے حد قریب رہتے ہوں۔" تیمور ملک کا لہجہ ذومعنی تھا۔

"بہت خوب۔" سارہ نے انتہائی تمسخر اور تاسف بھری نظروں سے اپنے سامنے کھڑے اس مردانہ وجاہت کے شاہکار کو دیکھا جس کی بات سن کر اس کے دل میں گویا سوئی چبھ گئی تھی۔

"ویسے ڈاکٹر سارہ! ایک بات تو طے ہے کہ ہمارے درمیان ذہنی ہم آہنگی آج بھی ہنوز اسی طرح برقرار ہے۔ اب یہی دیکھ لو آج بھی میں نے اور تم نے ایک ہی کلر پہن رکھا ہے۔" تیمور ملک بھی اس وقت سیاہ سوٹ پر ریڈ ٹائی لگائے ہوئے تھا شوخی سے کہتے وہ سارہ کو بہت کچھ جتا رہا تھا۔

"پلیز اسٹاپ اٹ تیمور ملک۔" سارہ کے اندر اک اشتعال سا اٹھا تھا لیکن ماحول کے پیش نظر وہ دبے دبے غصے میں غرائی تھی۔

"بھئی ڈاکٹر سارہ! کس موضوع پر اتنی ڈیپلی گفتگو ہو رہی ہے؟" یکلخت ان کے درمیان سرجن مظہر علی شاہ نے آکر مداخلت کی تھی۔

"کچھ خاص نہیں سر۔" سارہ نے فوراً خود کو سنبھالتے ہوئے چہرے پر بشاشت پیدا کی تھی۔ البتہ تیمور خاموش تھا۔ سارہ کے خوب صورت چہرے کے اتار چڑھاؤ کو وہ بغور دیکھ رہا تھا۔

"ڈاکٹر سارہ! تیمور اور آپ کی ریلیشن شپ کی خبر تو مجھے آج ہوئی ہے۔ دو ذہین بندے ایک ساتھ، خوشی ہوئی مجھے سن کر۔" سرجن مظہر علی شاہ مبہم سے انداز میں ان دونوں کو دیکھ کر مسکرائے تھے۔

"اس شخص نے تو اعلان کر دیا۔" سارہ نے خاموشی سے تیمور کو گھورا تھا سرجن مظہر علی شاہ کے سامنے وہ اسے کچھ کہہ تو نہیں سکتی تھی۔

"ڈاکٹر سارہ! جن دنوں میں نیویارک اپنے ریسرچ پروگرام پر گیا تھا ان ہی دنوں تیمور وہاں پر اسپشلائزیشن کے لیے آیا تھا۔ ہم دونوں کی رہائش ایک ہی ہاسٹل میں تھی۔ آتے ہی تیمور وہاں بہت سخت بیمار پڑ گیا تھا۔ شاید اپنوں سے بچھڑنے کا صدمہ تھا۔ ہم وطن ہونے کے ناتے میں نے اس کی خوب تیمارداری کی۔ میں نے اس کے گھر اطلاع دینے کی کوشش کی تو اس نے سختی سے منع کر دیا۔ دل برداشتہ ہو کر کہنے لگا۔ "مظہر بھائی! اگر میں مر جاؤں تو پھر پاکستان میرے گھر اطلاع پہنچا دیجیے گا۔" سرجن مظہر علی شاہ محظوظ ہوتے تیمور کا قصہ یاد کر رہے تھے۔

"ارے چھوڑیں بھئی مظہر بھائی! پرانی باتیں۔" خاموش کھڑے تیمور نے ایک نظر بیزار کھڑی سارہ پر ڈالتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ بعض لوگ خود تو نہیں مرتے لیکن دوسروں کو جیتے جی مار دیتے ہیں۔" سارہ زہر خند ہوتی زیر لب بڑبڑائی تھی۔ سرجن مظہر علی شاہ نے تو نہیں البتہ تیمور ملک نے اس کی بڑبڑاہٹ کو بغور سن کر نظریں چرائی تھیں۔

"ویسے ڈاکٹر سارہ! مجھے ہمیشہ اپنے سے زیادہ قابل اور ذہین لوگ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے اور تیمور ان ہی میں سے ایک ہے۔" سرجن مظہر علی شاہ کھلے دل سے اس کی تعریف کر رہے تھے۔

"ایکسکیوز می سر۔" سارہ معذرت خواہانہ لہجے میں کہتی آگے بڑھ گئی کیونکہ تیمور کی نگاہیں اسے کنفیوژ کر رہی تھیں۔ وہ سیدھی ڈاکٹر ثانیہ کی میز کی طرف بڑھی تھی جو اس وقت تنہا بیٹھی ٹھنڈے مشروب سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

"یہ دونوں حضرات تمہیں کیوں گھیرے کھڑے

SkorpiO FriendsKorner
Please register!
Visual Watermark

"تھے۔" ڈاکٹر ثانیہ نے اپنے قریب چیئر پر بیٹھتی ہوئی سارہ سے استفسار کیا۔

"تیمور ملک کو کیا تم نہیں جانتی ہو؟ اور سرجن مظہر علی شاہ اس کی شان میں "سپاس نامہ" پیش کر رہے تھے۔"

سارہ کا موڈ بے حد بگڑا ہوا تھا۔

"سارہ! تمہارے آنے سے پہلے تیمور مجھ سے ہی باتیں کر رہا تھا۔ مجھے سے تو اس طرح ملا جیسے کبھی کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔" ثانیہ نے قریب سے گزرتے ویٹر کی ٹرے سے کولڈ ڈرنک کا گلاس اٹھا کر ٹیبل پر اس کے سامنے رکھا تھا۔

"ہاں پچھلے ہفتے جب میں بابا جان کے ساتھ ابا جی کی عیادت کو ساہیوال گئی تھی تو ان دنوں موصوف کی آمد اچانک ہی ہوئی تھی۔ گھر والوں کو بھی اس نے اپنی آمد سے بے خبر رکھا تھا اور مجھ سے بھی ایسے ملا تھا جیسے ہمارے درمیان کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ میں تو اس کی ڈھٹائی پر حیران رہ گئی۔ وہ تو مجھے بے جی اور ابا جی کا لحاظ مار گیا ورنہ جی تو چاہا تھا کہ اس شخص کا منہ تھپڑوں سے لال کر دوں۔" سارہ نے اپنے اندر اٹھتے غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لیے کولڈ ڈرنک کا گلاس ہونٹوں سے لگایا تھا۔

"تیمور کو یہ اسپتال جوائن نہیں کرنا چاہیے تھا۔" ثانیہ نے اپنی رائے دی۔

"میں یہاں نہ ہوتی تو شاید وہ ایسا نہ کرتا لیکن وہ دانستہ ادھر آیا ہے اور پھر سرجن مظہر علی شاہ سے دوستی الگ نکل آئی ہے۔ یہ ایک اور پلس پوائنٹ ہے۔" سارہ جل کر گویا ہوئی۔

"گھر پر آیا ملنے؟" ثانیہ کا لہجہ سوالیہ تھا۔

"گھر پر تو نہیں لیکن بابا جان اور بلال بھائی کے پاس آفس گیا تھا۔ وہی بتا رہے تھے کہ یہاں پر تیمور نے اپنے ذاتی اسپتال بنانے کے لیے زمین خرید لی ہے اور کچھ ہی دنوں میں کنسٹرکشن کا کام بھی شروع ہو جائے گا اسپتال کا پروجیکٹ خاصا وسیع ہے۔ اسے مکمل ہونے میں تقریباً دو ڈھائی سال لگ جائیں گے۔" سارہ نے حاصل شدہ معلومات اس کے گوش گزار کی تھیں۔

"ہوں، پھر تو موصوف کی رہائش بھی آج کل ادھر ہی ہوگی۔" ثانیہ نے ہنکارا بھرتے ہوئے کہا۔

"ہاں ملک ہاؤس میں ہی رہے گا اور کہاں جائے گا لیکن ثانیہ میں اب کیا کروں؟" گو کہ وہ اندر سے خود کو اس سے مقابلے کے لیے تیار کر چکی تھی لیکن اس وقت وہ بے حد دکھی دکھائی دے رہی تھی۔

"خود کو ریلیکس رکھو کیونکہ آنے والے حالات کا مقابلہ تمہیں ہمت سے کرنا ہوگا۔" ثانیہ نے اس کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے تسلی دی تھی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو تم۔" سارہ نے اس کی بات کی تائید کرتے گہرا سانس لیا تھا۔

پھر ڈنر شروع ہو گیا۔ اس دوران دور کھڑے تیمور ملک کی نگاہوں کو خود پر مسلسل محسوس کر رہی تھی۔ کھانا بھی اس سے ٹھیک سے نہیں کھایا جا رہا تھا۔ ڈنر ختم ہوا تو جواد احمد (ثانیہ کا شوہر) بھی ثانیہ کو لینے پہنچ گیا۔ ثانیہ کی دوست کی حیثیت سے جواد احمد سارہ جلال کی بہت عزت کرتا تھا۔ سارہ نے بھی ان کے ساتھ ہی جانے کا قصد کیا۔ ثانیہ کے ساتھ ہی وہ بھی ہوٹل سے باہر نکل آئی۔ جواد احمد اور ثانیہ کو خدا حافظ کہہ کر وہ پارکنگ میں کھڑی اپنی کار کی سمت آ گئی تھی۔

"سارہ۔" کار کا لاک کھولتے ہوئے یکلخت اسے اپنے عقب میں انتہائی گھمبیر و دلکش مردانہ آواز سنائی دی تھی۔

"سرجن تیمور ملک! تم شاید بھول رہے ہو۔ میرا پورا نام ڈاکٹر سارہ جلال احمد ہے۔" وہ برافروختہ ہوتی پلٹ کر گویا غرائی تھی یہ لب ولہجہ وہ کیسے بھول سکتی تھی۔

"جانتا ہوں کچھ بھی نہیں بھولا ہوں۔" اس کے انداز پر تیمور ملک کے اعصاب تن سے گئے۔ وہ لمبا چوڑا مرد اس دھان پان سی لڑکی کے آگے بے بس نظر آ رہا تھا۔

"تو پھر اپنی حدود میں رہو۔ انڈر اسٹینڈ۔" سارہ نے اسے تنبیہہ کرتے ہوئے اپنی کار کا دروازہ کھولا اور

SkorpiO FriendsKorner

Please register!
Visual Watermark

ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے بڑی تیزی سے اس کے سامنے سے کار لے اڑی۔

بچھڑ کے تجھ سے جینا آ گیا ہے
ہمیں بھی زہر پینا آ گیا ہے

تیمور ملک کی نگاہیں اس کی دور ہوتی کار کو دیکھتی ہی رہ گئیں یکلخت اس کے دل سے اک دھواں سا اٹھا تھا۔

❁❁❁

وسیع وعریض میڈیکل کالج کے لان میں اس وقت فارغ اسٹوڈنٹس ادھر ادھر ٹولیوں کی صورت میں نظر آ رہے تھے۔ کچھ تو خوش گپیوں میں مصروف اور کچھ اپنے سامنے کتابیں کھولے اسٹڈی میں مصروف تھے۔ ثانیہ کاظمی اور سارہ جلال بھی لان کے ایک پرسکون گوشے میں بیٹھی تھیں۔ ان دونوں کا بھی فری پریڈ تھا۔ وہ دونوں اسکول کے زمانے کی گہری سہیلیاں تھیں۔ سارہ کا شمار کالج کی ذہین طالبہ میں ہوتا تھا جبکہ ثانیہ نارمل اسٹوڈنٹ تھی لیکن سارہ اسٹڈی کے معاملے میں اس کی ہر طرح سے مدد کرتی تھی۔

اس وقت بھی سارہ بک میں بنے انسانی ڈھانچے پر اسے کچھ ضروری پوائنٹس سمجھا رہی تھی اور یہ لیکچر ڈاکٹر خالد صدیقی کا تھا۔ (جو کبھی ثانیہ کی سمجھ میں نہیں آتا تھا)

"اب آیا سمجھ میں۔" سارہ نے اپنے سامنے رکھی بک بند کرتے ہوئے ثانیہ کی سمت دیکھا جس کے چہرے پر اب بیزاری قدرے کم نظر آ رہی تھی۔

معاً ان دونوں کو سامنے سے آتا ہوا تیمور ملک اور فرسٹ ائیر کی زیبا علی دکھائی دیے۔ سارہ نے تو ان دونوں کو نظر انداز کر دیا تھا جبکہ ثانیہ بڑی دلچسپی سے ان کی سمت دیکھنے لگی۔ وہ دونوں اس سے کچھ فاصلے پر ایک گھنے درخت کے سائے میں کھڑے ہو چکے تھے۔

"بس۔ بہت ہو چکا۔ وہ موصوف تمہاری یہ حرکت دیکھ کر اور اکڑ جائیں گے۔" سارہ نے ثانیہ کو ان کی سمت ایک ٹک دیکھتے رہنے پر ٹوکا تھا۔

"تم بھی دیکھ لو۔ میری طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے۔" ثانیہ شریر ہوئی وہ جانتی تھی کہ سارہ کو تیمور سے بے حد چڑ ہے۔ خیر یہ سارہ کا پرابلم تھا۔

"لیکن تیمور ملک اپنی بے تحاشہ ذہانت کی وجہ سے وہ اس کالج کے تمام اساتذہ کا منظور نظر تھا۔"

"مجھے کوئی شوق نہیں ہے۔" سارہ نے اسے گھورا تھا۔

"ہاں میں تو جیسے بڑے شوق سے اسے دیکھ رہی ہوں۔ ارے ہمارے سارے شوق تو جواد احمد صاحب (منگیتر) کی ہستی تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں۔" ثانیہ آہ بھرتے ہوئے شرارت سے گویا ہوئی۔ یکلخت تیمور ملک کے قہقہے پر وہ دونوں ہی چونک گئیں۔ دونوں کی نظریں بیک وقت اس سمت اٹھی تھیں جہاں تیمور اور زیبا ابھی تک ہنوز کھڑے تھے۔

"اس شخص نے پورے چار سال میں اتنے لباس تبدیل نہیں کیے ہوں گے جتنی یہ لڑکیاں تبدیل کر چکا ہے۔" سارہ کو تیمور کا قہقہہ بے حد ناگوار گزرا تھا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ تیمور انہیں اپنی جانب متوجہ کرنا چاہتا ہے۔

"تم کیوں جیلس ہو رہی ہو؟" ثانیہ نے اسے چھیڑا تھا۔

"میں جیلس نہیں ہو رہی بلکہ تمہیں حقیقت بتا رہی ہوں۔ تیمور ملک اپنے دونوں بڑے بھائیوں سے بے حد مختلف ہے۔" وہ متانت سے گویا ہوئی۔

"تم اسے بچپن سے جانتی ہو لیکن پھر بھی اسے پہچان نہیں پائی ہو۔ اصل میں سارہ جو تم دیکھ رہی ہو۔ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ چار سال سے تیمور ملک ہمارا کلاس فیلو ہے لیکن کبھی اس نے اپنی کلاس کی کسی لڑکی کے ساتھ مس بی ہیو نہیں کیا، میں نے تو ہمیشہ اس کی نگاہوں میں لڑکیوں کے لیے ایک عزت واحترام ہی دیکھا ہے۔ اور یہ جو تم اکثر تیمور کے گرد لڑکیاں منڈلاتی دیکھتی ہو تو یہ وہ لڑکیاں ہیں جو بے باک ماحول میں پرورش پا کر خود مرد کی جھولی میں کسی پکے ہوئے پھل کی طرح گرتی ہیں۔" ثانیہ اسے سچائی بتاتے ہوئے سمجھا رہی تھی۔

"بھئی واہ تمہارا بڑا گہرا مشاہدہ ہے تیمور ملک کی

SkorpiO
FriendsKorner

Please register!
Visual Watermark

شخصیت پر۔ ویسے تم جو بھی کہہ لو ثانیہ لیکن اس معاملے میں تیمور بھی قصوروار ہے۔ اسے اپنے قریب منڈلاتی ہوئی لڑکیوں کو رسپانس نہیں دینا چاہیے۔" سارہ اپنی بات پر ڈٹی ہوئی تھی۔

"ٹھیک ہے میں تیمور تک تمہارا پیغام پہنچا دوں گی۔" ثانیہ کا انداز شریر تھا۔

"بکومت پریڈ شروع ہونے والا ہے۔" سارہ اٹھ کھڑی تو ثانیہ کو بھی اس کی تقلید میں اٹھنا پڑا۔

"ہیلو گرلز۔" وہ دونوں آگے بڑھی تھیں کہ تیمور ملک ان کے سامنے آگیا۔ اس وقت وہ اکیلا تھا زیاعلی کو شاید چلتا کیا تھا۔

"کہاں تھے تیمور! صبح سے کوئی پریڈ اٹینڈ نہیں کیا؟" ثانیہ نے اس سے کلام کرنے میں پہل کی اس کے خیال میں یہ سراسر بداخلاقی تھی کہ کوئی آپ سے مخاطب ہو اور آپ اسے نظرانداز کر کے آگے بڑھ جائیں۔

"دیکھ بھی لیا ہے کہ موصوف کس مشغلے میں مصروف تھے پھر بھی پوچھا جا رہا ہے۔" ساتھ کھڑی سارہ نے تیمور کو نظرانداز کیے دل ہی دل میں ثانیہ پر چڑھائی کر ڈالی۔

"کچھ گھر پر کام تھا۔" تیمور نے اک گہری نظر سارہ پر ڈالتے اختصار سے کہا تھا۔ اور ڈاکٹر خالد کے لیکچر کے بارے میں استفسار کرنے لگا۔

ان کی کلاس کا شریر گروپ کاشف کی سربراہی میں تیمور اور سارہ کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھتا قریب سے گزرا تھا۔ گو کہ ان لوگوں نے کبھی کوئی بڑی شرارت نہیں کی تھی لیکن ان کی نظریں سارہ کو ہمیشہ آگ لگا دیتیں تھیں اس وقت بھی یہی ہوا تھا۔

"تم یہاں محفل لگا کر کھڑی رہو۔ میں جا رہی ہوں۔" سارہ ثانیہ کو جھاڑ پلاتی بڑی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

"اسے کیا ہوا؟" تیمور ملک واقعی ثانیہ کے ساتھ باتوں میں لگ گیا تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ اردگرد کیا ہو رہا ہے۔ اس نے بڑی حیرت سے ثانیہ سے استفسار کیا تھا۔

"معلوم نہیں پوچھتی ہوں جا کر۔" ثانیہ تو اس وقت وجہ تیمور ہی سمجھی تھی۔ تیمور کو کہہ کر وہ بھی سارہ کے تعاقب میں گئی تھی۔ لیکن تیمور ملک کو سراسر یہ اپنی توہین محسوس ہوئی تھی۔

❀❀❀

ملک مقبول اور جلال احمد درانی دونوں بہترین دوست تھے دونوں کا آبائی شہر ساہیوال تھا۔ ملک مقبول ایک زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ میٹرک کے بعد ہی اپنی زمینداری سنبھالنے لگے جلد ہی ان کی شادی بھی ہوگئی جبکہ جلال احمد اعلیٰ تعلیم کے حصول میں لگ گئے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد انہوں نے لاہور میں اپنا ذاتی بزنس سیٹ کیا اور اس کے بعد انہوں نے شادی کی گو کہ دونوں دوست بھاگتی دوڑتی زندگی میں مصروف ہو چکے تھے لیکن ان لوگوں کی دوستی میں آج بھی کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ ملک مقبول تین بیٹوں کے باپ تھے۔ بڑے محمود ملک کی شادی کر چکے تھے دوسرے نمبر پر منصور ملک تھے جو اپنی محبت کی بے وفائی کے بعد شادی پر کسی بھی طرح آمادہ نہیں تھے حالانکہ اس قصے کو پانچ چھ سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ پورے خاندان میں یہ قصہ مشہور تھا۔ سب سے چھوٹا تیمور ملک تھا۔ جلال احمد درانی دو بچوں کے باپ تھے۔ بڑے بیٹے بلال احمد کی شادی کر چکے تھے۔ بلال احمد سے چھوٹی سارہ تھی اب یہ دونوں بچے ان کی کائنات تھے کیونکہ شریک حیات چند سال پہلے جدائی دے چکی تھیں۔

آج بھی ملک مقبول اپنے بیٹے منصور ملک کے ساتھ جلال احمد درانی سے ملنے آئے ہوئے تھے۔ منصور ملک آرمی میں میجر تھے اور ان کی پوسٹنگ لاہور میں تھی۔ ساہیوال سے جب بھی بیٹے کے پاس آتے تو جلال درانی کے پاس ضرور قیام کرتے اور یہی حال جلال درانی کا تھا جب انہیں بھی کبھی اپنی مصروفیت سے ٹائم ملتا تو وہ بھی دوست سے ملنے ساہیوال پہنچ جاتے تھے۔

SkorpiO FriendsKorner

Please register!
Visual Watermark

وہ لوگ ڈرائنگ روم میں محفل لگائے بیٹھے تھے۔ سمیعہ ان کی خاطر مدارت میں لگی ہوئی تھیں۔ سارہ کالج سے گھر آئی تو وہ بھی ڈرائنگ روم میں ان سے ملنے پہنچ گئی۔ ملک مقبول اس سے ہمیشہ کی طرح بڑی شفقت و محبت سے ملتے تھے۔ وہ خود بیٹی کی نعمت سے محروم تھے اور سارہ کو انہوں نے ہمیشہ اپنی بیٹی سمجھا تھا۔ منصور ملک کی بھی سارہ سے بہت اچھی علیک سلیک تھی اور پھر سارہ کو بھی سنجیدہ و سوبر سے منصور ملک ہمیشہ بلال احمد درانی کی طرح ہی دکھائی دیتے تھے وہ ان کا بے حد احترام کرتی تھی۔

ان کے کالج میں سالانہ فنکشن تھا۔ سارہ نے اسٹائلش سا سیاہ سوٹ (سلور باڈر والا) زیب تن کیا ہوا تھا۔ اپنی تیاری میں اس نے سادگی کا خاص خیال رکھا تھا لیکن حسن لاکھ پردوں میں چھپانے سے بھی نہیں چھپتا وہ کالج پہنچی تو ثانیہ نے اس کی تیاری کو بڑی معنی خیز نگاہوں سے دیکھتے سراہا تھا۔ خود وہ بھی میرون سوٹ میں بے حد اچھی لگ رہی تھی۔

فنکشن ابھی شروع نہیں ہوا تھا اس لیے تمام اسٹوڈنٹس کالج کے وسیع لان میں ادھر ادھر ٹولیوں کی صورت میں کھڑے تھے۔ تیمور ملک بھی سیاہ سوٹ پر ریڈ ٹائی لگائے خوب صورت سے ہیئر اسٹائل اور گھنی مونچھوں تلے بے حد ڈیشنگ لگ رہا تھا۔ ویسے تو وہ تھا ہی غضب کا جامہ زیب لیکن آج اس نے اپنی تیاری پر خصوصی توجہ دی تھی۔

ثانیہ کے ساتھ کھڑی سارہ نے بڑی گہری نظر سے تیمور ملک کا جائزہ لیا تھا جو اس وقت بھی اپنی کسی گرل فرینڈ کے ساتھ کھڑا تھا۔ اسی وقت کسی احساس کے تحت تیمور ملک کی نظر بھی سارہ کی سمت اٹھی تھی اور یہ اتفاق تھا کہ سارہ کی چوری پکڑی گئی۔ بڑی بے ساختہ مسکراہٹ تیمور کے ہونٹوں کو چھو گئی۔ وہ اپنی گرل فرینڈ سے جان چھڑا کر فوراً ان دونوں کی طرف بڑھا تھا۔

"اسے میں اپنے لیے اعزاز سمجھوں یا مروت؟" تیمور شریری مسکراہٹ سمیت کہہ رہا تھا۔ اس کی نگاہیں سارہ پر تھیں جو ہمیشہ سادہ سے لباس میں نظر آتی تھی۔ آج عام دنوں سے بے حد پیاری لگ رہی تھی اور اس کے گھنے سیاہ بال جنہیں تیمور نے پہلی بار کھلا دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔

"تیمور ملک! یہ تم مجھ سے کہہ رہے ہو یا سارہ سے؟" ثانیہ نے برجستہ کہا لہجے میں شرارت کی چمک نمایاں تھی۔

"ظاہر ہے تم سے تو کہہ نہیں سکتا۔ سارہ جلال سے ہی کہوں گا کیوں کہ محترمہ نے کل بڑی نخوت سے کہا تھا کہ یہ فنکشن سارا تیمور نے خراب کیا ہے اور اوپر سے موصوف کمپیئرنگ بھی کریں لہٰذا تیمور ملک کو دیکھنے اور سننے کی فرصت میرے پاس نہیں ہے۔" تیمور کے لہجے میں نہ چاہتے ہوئے بھی طنز آ گیا تھا۔

"کسی کی باتیں چھپ کر سننا انتہائی غیر اخلاقی حرکت ہے۔" سارہ نے گویا بری طرح چڑ کر جواب دیا تھا۔

"کل جب تم کلاس سے نکلتے ہوئے ثانیہ کے سامنے یہ اعلان کر رہی تھیں تو اپنے دائیں بائیں بھی دیکھ لیتیں۔ میں اپنے کانوں میں روئی ٹھونسے تو نہیں کھڑا تھا۔" تیمور بھی سچائی بتاتے بھنا اٹھا تھا۔

"تو اور کیا میں تو ثانیہ کے کہنے پر آج اس فنکشن میں آئی ہوں۔ تمہیں اگر کوئی خوش فہمی ہے تو وہ دور کر لو۔" سارہ کے لہجے میں ذرا برابر بھی مروت نہیں تھی اور واقعی وہ ثانیہ کی منت پر ہی آئی تھی۔

"بھئی یہ تم دونوں کیوں لڑنے کھڑے ہو گئے ہو۔" خاموش کھڑی ثانیہ کو ان کے درمیان مداخلت کرنا پڑی۔

"میں لڑ رہا ہوں یا تمہاری دوست ہتھیاروں سے لیس کھڑی ہے۔" تیمور نے خفگی سے ثانیہ کی سمت دیکھا۔

"ارے کہاں تو ایسی دشمنی کہ ایک دوسرے سے کلام کرنے سے کترایا جاتا ہے اور کہاں ایسی ذہنی ہم آہنگی کہ آج ڈاکٹر سارہ جلال اور ڈاکٹر تیمور ملک کے لباس ایک ہی کلر کے۔ انٹرسٹنگ۔" کاشف اپنے گروپ (زاہد تنویر، عاشر) کے ساتھ تیمور کے قریب آ کر ہیلو ہائے کرنے لگا۔ کاشف کی بات سن کر تیمور کھل کر

SkorpiO FriendsKorner
Please register! Visual Watermark

مسکرایا تھا۔

"سارہ ان سب سے کوئی سخت بات کہنے لگی تھی لیکن ثانیہ نے اس کا ارادہ بھانپ لیا اور یکلخت اس کا ہاتھ کھینچتے ہوئے وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ وہ دونوں نسبتاً ایک پرسکون گوشے میں آکھڑی ہوئیں۔

"دیکھ لیا تم نے تیمور کو کاشف والوں کو سرزنش کرنے کے بجائے ان چھچھوروں کی باتوں پر مسکرا رہا تھا یہ تو تم مجھے کھینچ لائیں ورنہ کاشف کا دماغ تو میں ایسا درست کرتی کہ وہ مدتوں یاد رکھتا۔" سارہ آگ بگولہ ہو رہی تھی۔

"چھوڑو بھئی کیوں بدمزگی پیدا کرتی ہو۔ جانتی تو ہو چار سال سے یہ لڑکے ایسے ہی ہیں خواہ مخواہ تماشہ بنوانے کا کیا فائدہ۔" ثانیہ نے اسے ٹھنڈا کیا تو وہ خاموش ہوگئی لیکن پورا فنکشن اس نے بے دلی سے اٹینڈ کیا تھا۔

ان کی پڑھائی کا یہ آخری سال بہت تیزی سے گزر رہا تھا۔ فائنل ایگزامز میں صرف دو ماہ رہ چکے تھے۔ اس لیے کالج کا ہر اسٹوڈنٹ بڑی پابندی سے کلاسز اٹینڈ کر رہا تھا۔ اس دن بھی وہ دونوں کلرک آفس کسی کام سے آئی تھیں۔ تازہ ڈاک میں آیا ایک خط سارہ کے نام بھی تھا جو کلرک نے اس کے حوالے کیا تھا۔ سارہ نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں لیٹر کلرک کے ہاتھ سے لیا اور ثانیہ کے ساتھ کلرک آفس سے باہر نکل آئی۔ ان کا فری پریڈ تھا اس لیے وہ دونوں اپنی خالی کلاس میں آگئیں۔

"یہ خط کہاں سے آگیا؟" لفافے کو الٹ پلٹ کرتے اس نے ایڈریس دیکھا کالج اور سارہ کے نام سمیت کلاس لکھی ہوئی تھی۔

"کھول کر دیکھو۔" ثانیہ نے کہا تو سارہ نے خط کھول لیا اور تحریر پر نظریں مرکوز کر دیں۔

میری جان سارہ

طرزِ تخاطب ہی ایسا تھا کہ سارہ کا دماغ الٹ گیا۔ خیر خود کو سنبھالتے اس نے ایک بار پھر تحریر پر نظریں مرکوز کر دیں۔

سارہ میں اپنے دل کا حال تمہیں اس خط کے ذریعے بتا رہا ہوں کیونکہ رعب حسن کچھ ایسا ہے کہ میں تمہارے سامنے یہ بات نہیں کر سکتا۔ تم خواہ مخواہ مجھ سے نالاں رہتی ہو۔ میں تمہیں بہت شدتوں سے چاہتا ہوں۔ میری محبت کا یقین کرو۔ تم واحد لڑکی ہو جس سے میں نے محبت کی ہے۔ میں تمہارا دیوانہ ہوں سارہ میری محبت کو دل لگی نہ سمجھنا۔

صرف تمہارا

تیمور ملک

خط پڑھ کر سارہ کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔ اپنے غصے کو ضبط کرتے اس نے خط ثانیہ کی سمت بڑھایا جو اس کے چہرے کے رنگ دیکھ کر حیران ہو رہی تھی۔

"یقین نہیں آرہا یہ حرکت تیمور نے کی ہے۔" خط پڑھ کر ثانیہ نے سنجیدگی سے اس کی سمت دیکھا تھا۔

"کیا یہ رائٹنگ تیمور کی نہیں ہے؟" سارہ کا لہجہ پھاڑ کھانے والا تھا۔

"ہاں یہ رائٹنگ تیمور کی ہے لیکن۔" ثانیہ کا دل اس حقیقت کو ماننے سے انکاری تھا۔ گو کہ اس نے سارہ کے سامنے ہامی بھری تھی لیکن خود وہ اندر سے مطمئن نہ تھی۔

"میں اس شخص کا حشر بگاڑ دوں گی۔ اس کی ہمت کیسے ہوئی ایسی چیپ حرکت کرنے کی۔" سارہ کے اندر اک اشتعال سا اٹھا تھا۔

"سارہ! تمہارا غصہ اپنی جگہ ٹھیک ہے لیکن اگر تم کچھ دن خاموش ہو جاؤ تو ہو سکتا ہے تمہارا رسپانس نہ پا کر تیمور کھل کر سامنے آجائے۔" ثانیہ نے بڑی نرمی سے سمجھایا تھا۔

"ثانیہ! یہ تو ہم سراسر اسے ڈھیل دے رہے ہیں۔" سارہ غصے بھرے انداز میں چڑ کر گویا ہوئی۔

"ڈھیل نہیں دے رہے بلکہ ہم اب اس کا دوسرا اسٹیپ دیکھیں گے۔ تم ایسی بن جاؤ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔" ثانیہ کا انداز ہنوز نرمی بھرا تھا۔

"او کے۔" سارہ کو اس کی بات سے اتفاق کرنا ہی

SkorpiO FriendsKorner
Please register! Visual Watermark

تھا۔
آج ایک ہفتہ گزر گیا تھا خط والے واقعے کو تیمور کی طرف سے خاموشی تھی اور یہ خاموشی سارہ کو بہت کھٹک رہی تھی۔ اور یہ اتفاق تھا کہ آج ثانیہ کی طبیعت خرابی کی وجہ سے کالج نہیں آئی تھی اور آج ہی کلرک آفس کے پیون نے دوسرا خط لا کر سارہ کے ہاتھ میں تھما دیا تھا۔

بریک ٹائم تھا اور سارہ کالج کے لان میں موجود تھی۔ اس نے فوراً خط کھولا تھا۔ خط کی تحریر پچھلے خط کی طرح ہی تھی لیکن اس خط میں اس کے حسن کے قصیدے بہت بڑھے گئے تھے۔ وہ تو کانوں کی لوؤں تک سرخ ہوگئی فوراً اس نے اپنے ہینڈ بیگ سے سیل فون نکال کر ثانیہ کو صورت حال بتانے کا سوچا لیکن وہ پھر تیمور کا فیور کرے گی اس بات کو سوچ کر سارہ نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔

''تیمور ملک تم سے نمٹنے کے لیے تو میں ہی کافی ہوں۔ خواہ مخواہ میں نے اتنے دن لگا دیے۔ مجھے تو پہلے خط پر ہی تمہیں پکڑ لینا چاہیے تھا نہ جانے ثانیہ کو تم میں کون سی اچھائی نظر آتی ہے۔'' اس نے تیمور کی تلاش میں ادھر ادھر نظریں دوڑائیں لیکن وہ اسے کہیں نظر نہیں آیا معاً اس کے ذہن میں اک کوندا سا لپکا اور اس نئی سوچ پر وہ بے حد مطمئن ہوگئی تھی۔

اور پھر اسی شام وہ ملک ہاؤس میں منصور ملک کے سامنے یہ مسئلہ لے کر بیٹھی ہوئی تھی۔

''یہ یہ...... خط تیمور نے آپ کو لکھے ہیں۔'' منصور ملک نے دونوں خط باری باری پڑھنے کے بعد اک تفکر آمیز انداز میں سارہ کی سمت دیکھا۔

''جی...... آپ کو یہ بات میں نے اس لیے بتائی ہے کہ کالج میں تیمور سے پوچھ کر اپنا تماشہ نہیں بنوانا چاہتی تھی اور دوسری اہم بات کہ اس واقعے کا ذکر میں بابا جان سے بھی کر سکتی تھی لیکن اس سے بابا جان اور انکل مقبول کی دوستی میں دراڑ آ جاتی۔ اصل میں تیمور نے مجھے کالج کی ان لڑکیوں میں شمار کر رکھا ہے جن سے وہ آئے دن اپنی دوستیاں بدلتا رہتا ہے۔ میں نے اس معاملے میں اسے رسپانس نہیں دیا تو اس نے یہ راستہ اختیار کیا۔'' سارہ نے ان سے نرمی سے بات کرتے ہوئے تیمور کا سارا کچا چھٹا کھول دیا تھا۔

''تیمور اور اس طرح کی حرکتیں......'' ان تینوں بھائیوں کی تربیت میں ان کے والدین کی ایک خاص توجہ رہی تھی پھر تیمور کیسے بگڑ سکتا تھا۔ منصور تو سارہ کے منہ سے اس کے کارنامے سن کر دنگ رہ گئے تھے۔ وہ اک بے یقینی کے عالم میں ہاتھ میں پکڑے خطوط دیکھ رہے تھے لیکن رائٹنگ تیمور ملک کی گواہی دے رہی تھی۔

''منصور لالہ! میں آپ کو یہاں پریشان کرنے نہیں آئی ہوں صرف آپ سے اتنی ریکویسٹ ہے کہ تیمور کو سمجھا دیں۔'' سارہ کا لہجہ ہنوز نرم تھا۔

''سارہ! آپ نے یہ بات بزرگوں تک نہیں پہنچائی مجھے آپ کی دور اندیشی پسند آئی بلکہ آپ کا بے حد شکریہ لیکن تیمور کی حرکت پر میں آپ سے بے حد شرمندہ ہوں۔ وہ گھر پر ہی ہے شاید سو رہا ہے میں ابھی اسے بلواتا ہوں۔'' منصور واقعی سارہ کے سامنے شرمندہ شرمندہ سے نظر آ رہے تھے گو کہ دل اندر سے تیمور کی حرکت پر انکاری تھا لیکن دماغ کہہ رہا تھا کہ نوجوانی کے دور میں انسان اسی طرح بہک جاتا ہے۔ خود وہ بھی تو ایک بار بہک گئے تھے لیکن ان کی محبت تو سچی تھی یہ اور بات ہے کہ انہیں محبت کے بدلے میں بے وفائی ملی تھی۔

اپنے گیٹ مین کو آواز دے کر انہوں نے فوراً تیمور کو بلایا تھا اور دس منٹ بعد ہی تیمور بے داغ شکن آلود سفید کرتا شلوار میں نیند سے جاگی سرخ ڈوروں والی آنکھوں سمیت ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تھا لیکن سارہ کو دیکھ کر وہ دہلیز پر ہی ٹھٹک کر رک گیا۔ یہ...... یہاں کیوں آئی ہے؟ ذہن میں پہلا سوال یہی اٹھا تھا۔ کیونکہ وہ کبھی ملک ہاؤس نہیں آئی تھی۔

''رک کیوں گئے ہو تیمور! ادھر آؤ۔'' منصور ملک نے بڑے رعب دار انداز میں اسے اپنی سمت متوجہ کیا تھا۔ تیمور ان سے چھ سال چھوٹا تھا لیکن انہوں نے کبھی

SkorpiO FriendsKorner

Please register!
Visual Watermark

اس پر اپنا رعب ودبدبہ نہیں رکھا تھا بلکہ ان سب بھائیوں میں ہمیشہ سے ایک دوستانہ سی فضا قائم رہی ہے۔ اس لیے اس وقت تیمور نے ان کے انداز کو بہت محسوس کیا تھا۔ وہ خاموشی سے آ کر ان کے برابر صوفے پر ٹک گیا لیکن اس کی چھٹی حس کسی انہونی کا اشارہ دے رہی تھی۔

"یہ لو پڑھو۔" منصور نے سپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے دونوں خطوط تیمور کے حوالے کیے۔ تیمور نے کچھ استفسار کرنے کے بجائے باری باری دونوں خط پڑھے لیکن ہینڈ رائٹنگ کو بغور دیکھتے اور نیچے اپنا نام دیکھ کر ایک لمحے کے لیے تو اس کی سوچنے سمجھنے کی قوت مفلوج ہوگئی۔ چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا تھا۔

"اب آیا اونٹ پہاڑ کے نیچے۔" سارہ نے بغور اس کی سمت دیکھا تھا۔

"یہ سب کیا ہے لالہ؟" قدرے خود کو سنبھالتے تیمور نے فوراً کہا۔

"مجھ سے کیا پوچھ رہے ہو جب یہ چیپ حرکت کی تھی تو کم از کم سارہ کو تو ان لڑکیوں میں شمار نہ کرتے جن سے پورے کالج میں تمہارے افیئرز مشہور ہیں۔ یہی سوچ لیتے کہ وہ اباجی کے عزیز کی بیٹی ہے۔ کچھ اسی بات کا پاس رکھ لیتے۔" منصور ملک نے کوئی لحاظ نہیں رکھا تھا ان کا لہجہ اچھا خاصا ملامتی تھا۔

"لالہ! آپ کا مطلب ہے کہ یہ خط سارہ کو میں نے لکھے ہیں۔" مارے صدمے کے تیمور کا برا حال تھا۔

"ہینڈ رائٹنگ تمہاری ہے۔ نام تمہارا ہے پھر یہ سوال کرکے تم کیا ثابت کرنا چاہتے ہو؟ سارہ کا شکریہ ادا کرو جس نے یہ بات بڑوں تک نہیں پہنچائی۔ یہاں بھی وہ تمہارا بھرم رکھ گئی ہے۔" منصور کو واقعی غصہ آ گیا تھا۔ انہوں نے انتہائی غصیلی نظروں سے بھائی کی سمت دیکھا تھا۔

"لالہ! ام...... میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔ یہ کسی نے میرے خلاف سازش کی ہے۔ انہیں کوئی ضرورت نہیں میرا بھرم رکھنے کی بے شک یہ بڑوں تک یہ بات پہنچا دیں۔ مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جب میں نے یہ کام ہی نہیں کیا تو میں ڈروں کیوں۔" اسے بھی بے حد غصہ آ گیا تھا۔ سارہ کو اس نے بڑی خونخوار آنکھوں سے دیکھا تھا۔

"تیمور! آواز دھیمی رکھو۔" منصور نے اسے تنبیہ کرتے ہوئے گھورا تھا۔

"لالہ! میرا یقین کریں میں نے یہ 'چیپ' کام نہیں کیا ہے۔" تیمور کے دھیمے لہجے میں اک بے بسی تھی۔ سارہ کی وجہ سے وہ اپنے بھائی کی نظروں میں گرا ہے یہی صدمہ اسے مارے جا رہا تھا۔

"اچھا کالج میں یہ جو ہر روز ایک نئی لڑکی سے تمہارا افیئر چلتا ہے اسے کیسا کام کہو گے اچھا یا برا؟" منصور سختی سے کہتے انتہائی طنزیہ انداز میں گویا ہوئے تھے۔

"سارہ! تمہیں کوئی حق نہیں تھا لالہ تک میری پرسنل باتیں پہنچانے کا۔" اس بات پر تو وہ بپھر اٹھا تھا۔ سارہ کو اس نے شعلہ بار نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"اور...... تم جو چاہے میرے ساتھ کرتے رہو میں بھی زبان نہ کھولوں۔" سارہ بھی چند لمحوں کے لیے منصور کی موجودگی فراموش کرتے تپ اٹھی تھی۔

"میں نے کون سی تمہاری شان میں گستاخی کی ہے۔ میں تو تم سے بات کرنا پسند نہیں کرتا کجا یہ 'محبت نامے' کیوں لکھوں گا۔" تیمور نے بمشکل اپنے اشتعال کو دبایا تھا اس کا لہجہ انتہائی زہر خند تھا۔

"تیمور! تمہیں تو میرا بھی لحاظ نہیں ہے۔ کالج میں نہ جانے تم سارہ کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو گے۔ ایک لمحے میں یہ کمرہ چھوڑ دو۔" ان دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ الجھتے دیکھ کر منصور ملک کو مداخلت کرنا پڑی۔ دبے دبے غصے میں گویا وہ دھاڑے تھے۔

منصور ملک کی دھاڑ پر وہ دونوں ہی چونک اٹھے تھے۔ تیمور صوفے سے اٹھا اور اس پر ایک قہر برساتی نگاہ ڈال کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا اور سارہ نے دونوں ہاتھوں میں اپنا سر تھام لیا۔ تیمور ملک

SkorpiO FriendsKorner
Please register!
Visual Watermark

سراسراس کی توہین کر کے گیا تھا۔
پھر یہ بات بڑوں تک تو نہیں پہنچی لیکن اس واقعے کے بعد سارہ اور تیمور ملک میں بالکل ہی بات چیت بند ہو چکی تھی۔ تیمور اب اسے شیر کی نگاہ سے دیکھنے لگا تھا اس واقعے پر ثانیہ نے بھی سارہ کو بہت سنائی تھیں۔
”تم از کم یہ انتہائی قدم اٹھانے سے پہلے مجھ سے تو مشورہ کرلیتیں۔ اب وہ مجھ سے بھی دعا سلام نہیں کرتا۔ تمہارا دشمن تو بنا ہے لیکن مجھے بھی اسی نظر سے دیکھنے لگا ہے۔“
سارہ نے جواب میں اسے کچھ نہیں کہا تھا بلکہ وہ خاموش رہی تھی۔
خطوط والا واقعہ تیمور کے لیے کسی معمے سے کم نہیں تھا۔ ایک ماہ گزر جانے کے بعد بھی باوجود کوشش کے وہ اس معمے کو حل نہیں کرسکا تھا۔ کیوں کہ اس کی بد قسمتی تھی کہ ہینڈ رائٹنگ پکار پکار کر اس کا نام لے رہی تھی اور اسی بات پر وہ مات کھا رہا تھا۔
”ان کی کلاس کا آخری پریڈ تھا۔ تیمور کو لائبریری سے کوئی کتاب ایشو کروانا تھی۔ اس لیے وہ لائبریری کی سمت آگیا۔ ان کے کالج کی لائبریری کافی وسیع تھی۔ لائبریری کے دو دروازے تھے اور اس کے وسط میں لمبے چوڑے کتابوں کے ریک بنا کر اسے دو حصوں میں تقسیم کیا ہوا تھا۔ وہ لائبریری کے پہلے حصے میں داخل ہوا تو سامنے ہی وہ دشمن جان ثانیہ کے ساتھ بیٹھی کتاب کھولے کسی بحث میں الجھی نظر آئی۔ لائبریری کے انچارج بھی اس وقت وہاں موجود نہیں تھے سوائے ان دونوں کے اور لائبریری کے دوسرے حصے میں بھی مکمل خاموشی تھی جس کا مطلب تھا کہ وہاں بھی کوئی اسٹوڈنٹ نہیں بیٹھا ہے۔ وہ سارہ اور ثانیہ کو نظر انداز کرتا ہوا کتابوں کے ایک ریک کی جانب بڑھ گیا۔ ان دونوں نے بھی آہٹ پر دیکھا اور تیمور جیسا ہی رسپانس دے کر کتاب پر جھک گئیں۔
تیمور کو اپنی مطلوبہ کتاب ڈھونڈتے ہوئے ابھی پانچ منٹ ہی ہوئے تھے کہ دوسری طرف سے یکلخت کاشف اور اس کے دوستوں کی آمد ہوئی۔ نہ جانے وہ چاروں کس بات پر محظوظ ہوتے ہوئے قہقہے لگا رہے تھے اور ان کے قہقہوں پر اس طرف وہ تینوں ہی ڈسٹرب ہوئے تھے۔
”یار زاہد! ان خطوط کے بعد تو تیمور اور سارہ میں جیسے ٹھن گئی ہے۔ ایک ماہ سے تو ان دونوں کو ایک دوسرے سے بات کرتے بھی نہیں دیکھا۔ لگتا ہے یار ہمارا انداق سیریس ہو گیا ہے۔“ یہ آواز کاشف کی تھی۔ وہ کافی زور سے بول رہا تھا۔
ایک بم تھا جو تیمور سارہ اور ثانیہ کے سروں پر بیک وقت پھٹا تھا۔ اس انکشاف پر وہ تینوں اس وقت ایک دوسرے کی سمت حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ پھر تیمور نے ان دونوں کو چپ رہنے کا اشارہ کیا تا کہ مزید ان لوگوں کی باتیں سنی جائیں۔
”مذاق تو سیریس ہونا ہی تھا جب زاہد نے پورے ایک ماہ کی مشق کے بعد تیمور کی ہینڈ رائٹنگ کی نقل کی ہے۔“ تنویر نے اس کی محنت کو سراہا تھا۔
”ہا... ہا... ہا...“ دوسری طرف ایک بار پھر قہقہوں کی مشترکہ بارش ہوئی تھی۔
”ویسے دوستو! ہم سے کچھ غلط نہیں ہو گیا۔“ کاشف کے ضمیر نے آج ملامت کر ہی ڈالی تھی۔
”ارے ارے...... کیا اب تم تیمور اور سارہ کو یہ بتاؤ گے کہ خط ہم نے لکھے تھے۔ یار کبھی ایسی غلطی کر بھی نہ دینا۔ جو ہو گیا سو ہو گیا۔ پہلے کون سے تیمور اور سارہ کے تعلقات اچھے تھے۔“ زاہد، عاشر، تنویر تینوں بیک وقت کاشف پر چلا اٹھے تھے اور اسی بحث میں الجھے وہ چاروں لائبریری کے دوسرے دروازے سے باہر نکل گئے تھے۔
اور ادھر دوسری طرف تیمور سارہ اور ثانیہ نے گویا سانس روکے ان چاروں کی تمام گفتگو سنی تھی۔ سارہ تو اس وقت چوری بن گئی تھی۔
”جی سارہ جلال! اب کیا کہتی ہیں آپ۔ حقیقت تو آپ نے اپنے کانوں سے سن لی ہے۔“ تیمور بے حد خوش اور انتہائی ریلیکس انداز میں اس کے مقابل کرسی پر

SkorpiO FriendsKorner

Please register! Visual Watermark

بیٹھ گیا لیکن اس کا لہجہ سراسر سارہ کا تمسخر اڑا رہا تھا۔

"تیمور! کاشف والوں نے انتہائی گری ہوئی حرکت کی ہے۔ ان لوگوں کو کوئی حق نہیں تھا کہ وہ تمہارے اور سارہ کے درمیان غلط فہمی پیدا کرتے۔" ثانیہ نے سارہ کی خاموشی دیکھتے فوراً کہا تھا۔

"میں کاشف اور اس کے دوستوں کا حشر بگاڑ دوں گی۔" سارہ کو بے حد طیش آ رہا تھا۔ وہ تیمور سے نظر نہیں ملا پا رہی تھی۔

"جی ہاں دوسروں کا حشر بگاڑنے میں تو تمہارا کوئی جواب نہیں۔" تیمور نے بغور اس کی سمت دیکھتے طنزیہ انداز میں چوٹ کی تھی۔

سارہ نے چونک کر اس کی سمت دیکھا۔ یہ چوٹ اس کی انا پر لگی تھی۔ وہ بلبلا کر رہ گئی تھی۔

"مانا کہ تمہاری نظر میں میں بہت برا ہوں لیکن خیر چھوڑو اس بات کو۔ تم سے اب اتنی ریکویسٹ ہے کہ منصور لالہ کی نظروں میں تم نے ہی مجھے گرایا ہے اور اب تم ہی ان کے سامنے جا کر میری پوزیشن کلیئر کرو گی، کیونکہ منصور لالہ اس دن سے مجھ سے بے حد خفا ہیں اور اب اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو میں تمہارے ساتھ زبردستی بھی کر سکتا ہوں۔" تیمور ایک دم کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اس کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

"میرے ساتھ زبردستی کر رہے ہو اور جنہوں نے اتنا کچھ کیا ہے انہیں کچھ نہیں کہو گے۔" سارہ کھول رہی تھی۔ ثانیہ خاموش تھی۔

"جذباتی ہو کر تم اپنی بہادری کاشف لوگوں کو دکھانے نہ پہنچ جانا ورنہ کالج میں ایک نیا تماشہ ہو جائے گا۔ ہر شخص تمہیں میری طرح کا نہیں ملے گا کہ اپنی انسلٹ بھی کروا کر خاموش ہوں یہ بات دبی ہوئی ہے تو اسے دبی رہنے دو۔ باقی کاشف والوں سے میں خود نمٹ لوں گا۔ او کے اور ہاں منصور لالہ کے پاس ضرور چلی جانا میری پوزیشن کلیئر کرانا اب تمہارا کام ہے۔" سپاٹ انداز میں کہتا ہوا وہ سارہ پر اک گہری نظر ڈال کر لائبریری سے باہر نکل گیا تھا۔

"دیکھا سارہ! میں نے کہا تھا ناں کہ تیمور کبھی ایسی حرکت نہیں کر سکتا۔" ثانیہ نے بھی موقع دیکھ کر اسے جتایا تھا۔

"سارہ کو کوئی جواب سجھائی نہیں دیا تو وہ ٹیبل پر سر رکھ کر بری طرح رونے لگی تھی۔ اس وقت وہ خود کو بے حد گلٹی فیل کر رہی تھی۔ تیمور اسے کتنی باتیں سنا کر گیا تھا۔

اور پھر دوسرے دن سارہ کی توقع کے برعکس کاشف اپنے گروپ سمیت تنہائی میں اعتراف جرم کرتے بڑے عاجزانہ اور شرمندہ انداز میں سارہ سے سوری کر کے آئندہ کبھی ایسی شرارت نہ کرنے کا عہد کر کے گیا تھا کیوں کہ تیمور ملک انہیں پکڑ چکا تھا اور ان کا راز فاش ہو چکا تھا اسی لیے سارہ کے ساتھ آج یہ کارروائی ہوئی تھی۔

اس کے بعد سارہ نے بھی اسی دن جا کر منصور ملک کے سامنے تیمور ملک کی پوزیشن کلیئر کر کے ان سے سوری کی تھی اور منصور ملک سچائی جان کر بے حد مطمئن اور خوش نظر آ رہے تھے۔ یوں یہ قصہ تو تمام ہوا لیکن تیمور اور سارہ کے درمیان ہنوز اسی طرح کی سرد مہری قائم تھی۔

ثانیہ نے اسے کئی بار کہا تھا اس واقعے میں جو زیادتی تمہاری طرف سے تیمور کے ساتھ ہوئی ہے تم اس کی معذرت کر لو لیکن سارہ نے اسے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ "میں منصور لالہ کے سامنے اس کی پوزیشن کلیئر کر آئی ہوں اب میں تیمور کے سامنے نہیں جھکوں گی۔" اور اس کے اس جواب پر ثانیہ خاموش ہو گئی تھی۔

انہی گزرتے دنوں میں ان لوگوں کے فائنل ایگزامز بھی ہو گئے اور یوں وہ لوگ کئی مہینوں کے لیے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے لیکن رزلٹ آنے کے بعد ہاؤس جاب کے لیے آ گئے۔ ثانیہ اور سارہ تو ساتھ تھیں لیکن تیمور بھی اسی اسپتال میں نظر آ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر ثانیہ کو خوشی ہوئی تھی لیکن سارہ بیزار نظر آ رہی تھی۔ اگر سارہ کا یہ رویہ تھا تو تیمور بھی اسپتال میں ہر موڑ پر اسے دیکھ کر دانستہ منہ موڑ لیتا تھا۔

SkorpiO FriendsKorner

Please register!
Visual Watermark

"ہونہہ نہ جانے خود کو کیا سمجھتا ہے۔" سارہ دل ہی دل میں جل کر رہ جاتی۔

لڑکیوں سے اس کے افیئرز یہاں بھی کوئی کمی نہیں آئی تھی بلکہ اس اسپتال میں بھی بہت سی لیڈی ڈاکٹرز سے دوستیاں گانٹھ چکا تھا۔ ڈاکٹر شرمین جو یہاں سینئر ڈاکٹر تھیں آج کل وہ تیمور کے اردگرد ہر وقت منڈلاتی ہوئی نظر آتی تھیں ایسے میں سارہ اس پر اک تیکھی نظر ڈال کر آگے بڑھ جاتی تھی۔

یہ بھی ایک عام دنوں جیسا دن تھا۔ سارہ سرجن عارف کمال کے کمرے میں کسی کام سے داخل ہوئی تھی۔ وہ سرجن عارف کمال اپنے کمرے میں موجود نہیں تھے۔ وہ واپسی کے لیے پلٹی تھی لیکن دو مشکوک سے نوجوان بڑی تیزی سے اندر داخل ہوئے اور اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتی ایک نوجوان نے بڑی تیزی سے اس کے منہ پر ہاتھ اور دوسرے نے اس کی کنپٹی پر ریوالور اور اسے کھینچتے ہوئے سرجن کمال کی ٹیبل تک لے آئے۔ سارہ ابھی تک ان کی اس کارروائی کو سمجھ نہیں پائی تھی۔ مارے خوف کے اس کا پورا وجود کانپ رہا تھا۔

"یہ...... یہ کک...... کیا کر رہے ہو تم لوگ؟" سارہ نے ایک جھٹکے سے نوجوان کا ہاتھ اپنے منہ سے ہٹاتے ہوئے لرزتی آواز میں استفسار کیا تھا۔ وہ ان دونوں کو پہچان چکی تھی۔ دوسرا نوجوان ہنوز اس کی کنپٹی پر ریوالور تانے کھڑا تھا۔

"ڈاکٹر روم نمبر گیارہ کا ڈیتھ سرٹیفکیٹ بنا کر دو اور اس میں یہ لکھو کہ اس مریضہ کی موت زہر دینے سے نہیں ہوئی بلکہ یہ موت قدرتی طور پر واقع ہوئی ہے اور اس سرٹیفکیٹ پر تم سرجن عارف کمال کی اسٹیمپ بھی لگاؤ گی اور سائن بھی کرو گی۔" جس نوجوان نے سارہ کی کنپٹی پر ریوالور رکھا ہوا تھا وہ گویا غرایا تھا۔

"لے...... لیکن مم...... میں...... یہ کیسے کر دوں وہ تو پولیس کیس ہے۔ اور پھر میں کیسے ڈیتھ سرٹیفکیٹ دے دوں یہ کام تو سرجن عارف کمال کا ہے۔ اور جھوٹا ڈیتھ سرٹیفکیٹ وہ بھی تمہیں نہیں دیں گے۔" گو کہ سارہ کا مارے دہشت کے برا حال تھا لیکن ہمت کر کے وہ بول ہی پڑی۔

کل ہی ان کے اسپتال میں یہ خودکشی کا کیس واقع ہوا تھا اور اس کیس کو ہینڈل کرنے والے سرجن عارف کمال تھے ان کی ہیلپ کے لیے سارہ بھی ان کے ساتھ تھی۔ لاکھ کوشش کرنے کے باوجود اس لڑکی کو نہیں بچایا جا سکا تھا کیونکہ اس نے ایک بڑی مقدار میں زہر کھایا تھا یا پھر اسے کھلایا گیا تھا۔ کیس پولیس میں پہنچ چکا تھا۔ اس لیے اب اس لڑکی کے بھائی جھوٹا ڈیتھ سرٹیفکیٹ بنوا کر اپنی عزت بچانا چاہتے تھے اور یہ کام سرجن عارف کمال تو کسی قیمت پر نہیں کرتے اسی لیے انہوں نے سارہ کو پکڑا تھا۔

معاً دروازہ کھلا اور تیمور اندر داخل ہوا۔ اندر کی چویشن دیکھتے ہی اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا تھا۔

وہ لوگ باوجود اپنی ہوشیاری کے دروازے کا لاک لگانا بھول گئے تھے۔

"تیمور۔" سارہ کے حلق سے اک چیخ نکلی تھی۔ تیمور کو دیکھ کر اس کے بے جان ہوتے جسم میں جان آگئی تھی۔ اس نے اک لمحے کی تاخیر کیے بغیر آنسو بہاتے ہوئے تیمور کو ساری حقیقت بتا دی۔

"چھوڑو اسے۔" تیمور ان کے قریب آتے گویا غصے میں دھاڑا تھا۔ اس نے سارہ کو بازو سے پکڑتے ان دونوں کے بیچ سے نکال کر ایک سائیڈ میں کیا۔

"ٹھیک ہے پھر تم کرو ہمارا کام۔" ان لوگوں نے اب ریوالور تیمور ملک پر تان لیا تھا۔ یہ سچویشن دیکھ کر بھی سارہ کی ٹانگیں کانپنے لگی تھیں۔ لیکن تیمور نے ان کا کام کر دیا یہ جانے بغیر کہ وہ بھی کسی مشکل میں پھنس سکتا ہے۔

تیمور کے ساتھ لگی ڈری سہمی سارہ بغور سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ تیمور ملک جو ہمیشہ اس کے لیے ایک ناپسندیدہ شخص رہا تھا۔ آج اس وقت وہ اسے اپنا محافظ نظر آرہا تھا۔ لرزتے دل کے ساتھ سارہ نے تیمور کو عقب سے مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔ شاید اسے بچانے کی یہ اک غیر شعوری

SkorpiO
FriendsKorner
Please register!
Visual Watermark

کوشش تھی کیونکہ وہ لوگ تیمور پر ہنوز ریوالور تانے کھڑے تھے۔

"یہ لو سرٹیفکیٹ اور یہاں سے فوراً نکل جاؤ۔" تیمور نے تمام کارروائی مکمل کر کے غصے میں کہا تو تیمور کے ساتھ لگی سارہ چونک اٹھی۔ کمرے سے دونوں نوجوان جا چکے تھے۔ اب وہ دونوں ایک دوسرے کے بے حد نزدیک کھڑے تھے اور دونوں کے درمیان گہرا سکوت طاری تھا۔ وہ جو کافی دیر سے بے آواز اشک برسا رہی تھی یکلخت ہی تیمور کی پشت پر سر ٹکا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

"پلیز سارہ ریلیکس ہو جاؤ۔" اس نے پلٹ کر خود کو سارہ کی گرفت سے آزاد کرتے ہوئے نارمل لہجے میں کہا۔ اس کے وجود کے لمس نے تیمور کو عجیب سے احساس سے دوچار کیا تھا۔

تیمور! اس سرٹیفکیٹ بنانے پر تم بھی کسی مشکل میں پھنس سکتے ہو۔" آنسو بہاتی اور اس کے لیے فکر مند ہوتی سارہ تیمور ملک کو کمال حیرت میں مبتلا کر گئی تھی۔

"یہ میرا ہیڈک ہے۔ او کے۔" تیمور سنجیدگی سے کہتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

اس کی زندگی میں آگہی کا اک نیا در کھل چکا تھا۔ بہت دنوں سے وہ اپنی اس کیفیت کو خود بھی نہیں سمجھ پا رہی تھی۔ لیکن آج اتفاق سے وہ کامن روم میں اکیلا بیٹھا نظر آ گیا اور سارہ تنہائی کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتی تھی۔

"تیمور! مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔" وہ اندر داخل ہو کر دھیرے سے گویا ہوئی تھی کیونکہ تیمور اس دن کے بعد سارہ کے لیے پھر اک اجنبی بن چکا تھا۔ یعنی پہلے والا تیمور۔

"فرمائیے کیسے زحمت کی ہے آپ نے مجھ سے مخاطب ہونے کی؟" تیمور نے اجنبیت سے بھرپور لہجے میں کہتے ہوئے بغور اس کی سمت دیکھا۔ میرون کلر کے سوٹ پر سفید اوور آل پہنے سادہ سے روپ میں وہ کسی بھی زاہد خشک بندے کا ایمان متزلزل کر سکتی تھی۔

"اصل میں...... میں جو کچھ تم نے اس دن میرے لیے کیا تھا میں اس کا تھینکس کہنے آئی تھی۔" اپنے نارمل لہجے میں کہتی وہ کچھ جھجکی تھی۔

تیمور ملک کو اک شاک لگا تھا۔ سارہ جلال اسے تھینکس کہنے آئی تھی۔ وہ خاموش تھا لیکن نظریں سارہ کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔ سارہ نے اس کی خاموشی پر پلکیں اٹھائی تھیں۔ وہ اسی کی سمت دیکھ رہا تھا سارہ نے کچھ نروس ہوتے پلکیں جھکا لیں۔

"سارہ جلال! اگر اس دن تمہاری جگہ وہاں کوئی اور لڑکی ہوتی تو تب بھی میرا ردعمل یہی ہوتا اور دوسری بات یہ کہ میں نے سرجن عارف کمال کے روم میں تمہیں بھی جاتے دیکھ لیا تھا اور ان دونوں نوجوانوں کو بھی تمہارے پیچھے جاتے دیکھ لیا تھا۔ کسی انہونی کے شک نے ہی مجھے تم تک جانے کا اشارہ کیا تھا۔" تیمور کی خاموشی گہری سنجیدگی میں ٹوٹی تھی۔

"تمہارا بہت شکریہ تیمور! لیکن میں تم سے تمام پچھلی باتوں اور اپنے رویوں کی بھی سوری کرتی ہوں۔" سارہ کے لہجے میں شرمندگی کی جھلک نمایاں تھی۔

"تمہیں احساس ہو گیا۔ حیرت ہے۔" تیمور نے انتہائی تلخ ہوتے ہوئے گویا اس کا تمسخر اڑایا تھا۔

تیمور۔" سارہ کو اس کا لب ولہجہ سن کر بے حد ہتک محسوس ہوئی یہ وہ تیمور ملک تو نہیں تھا جو اس دن اس کا محافظ بنا کھڑا تھا۔

"سارہ جلال! نہ تو مجھے تمہارے تھینکس کی ضرورت ہے اور نہ ہی سوری کی۔" تیمور درشت لہجے میں کہتا ہوا کامن روم سے باہر نکل گیا۔

سارہ تو اپنی جگہ سن کھڑی رہ گئی اتنی توہین اتنی تذلیل۔ اس کا خوب صورت چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"یہ...... تمہیں کیا ہوا؟ چہرہ کیوں سرخ ٹماٹر ہو رہا ہے؟" ثانیہ اس کے قریب کھڑے استفسار کر رہی تھی اور سارہ کو خبر ہی نہ ہوئی کہ وہ کب اندر داخل ہوئی تھی۔

SkorpiO FriendsKorner
Please register!
Visual Watermark

ثانیہ سے وہ کچھ چھپا نہیں سکتی تھی۔ اس لیے روتے روتے من وعن سارا قصہ اسے سنا ڈالا۔

"ہائیں۔" ثانیہ اس کایا پلٹ پر انگشت بدنداں تھی۔

"بتاؤ میں نے کچھ غلط کیا اوپر سے موصوف میری انسلٹ کر گئے۔" سارہ نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔

"اس دن کے واقعے کی مناسبت سے تم نے کچھ غلط تو نہیں کیا اور تیمور کو بھی ایسا رسپانس نہیں دینا چاہیے تھا لیکن ایک بات تو مجھے بتاؤ یہ بیٹھے بٹھائے تمہارے دل میں تیمور ملک کے لیے نرم گوشہ کہاں سے پیدا ہو گیا؟" ثانیہ نے اسے بڑی جانچتی ہوئی نظروں سے دیکھا تھا۔

"وہ وہ بس۔" سارہ بے ربط سی ہوئی اس سے نظریں چرا گئی۔ یہی بات تو تھی جو اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی اور وہ بس دل کا کہا مانتی چلی جا رہی تھی۔

اس دن بھی ان لوگوں کی ڈیوٹی آف ہونے والی تھی کہ سارہ کسی مریض کی فائل لے کر ڈاکٹر شرمین کے روم میں داخل ہوئی لیکن وہاں ڈاکٹر شرمین کے بجائے تیمور ملک کو بیٹھا دیکھ کر اسے ایک جلن کا احساس ہوا تھا۔ آج کل وہ کچھ اسی طرح کی کیفیت سے گزر رہی تھی۔ تیمور کے ساتھ کسی اور لڑکی کو برداشت نہیں کر پا رہی تھی۔ اور دوسری طرف تیمور نے اس کی آمد کا کوئی نوٹس نہیں لیا تھا بلکہ وہ ڈاکٹر شرمین کی تصویروں کے البم سے دل بہلا رہا تھا۔

سارہ نے یہ دیکھا تو اس کے تلوؤں سے لگی اور سر پر بجھی۔ اس نے ہاتھ میں پکڑی فائل تقریباً تیمور کے منہ پر ماری تھی۔ اسے شدید غصہ آرہا تھا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" فائل سے پیپر نکل کر میز پر ادھر ادھر بکھر گئے تھے۔ تیمور نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا تھا۔

"تم کون سا تمیز والا کام کر رہے ہو۔ وہ چڑیل تمہارے سامنے نہیں ہے تو اس کی تصویروں سے دل بہلا رہے ہو۔" سارہ گویا بھڑک اٹھی تھی۔

"سارہ! تم حد سے بڑھ رہی ہو۔" تیمور البم میز پر پٹخ کر بڑے جارحانہ انداز میں اس کی سمت بڑھا تھا۔ اور تیمور کو اپنی سمت بڑھتے دیکھ کر اس کو یک دم ہوش آیا تھا۔ اک سراسیمگی کی کیفیت میں وہ دیوار سے جا لگی تھی۔

"تم ہوتی کون ہو میری ذاتیات میں دخل اندازی کرنے والی۔" اسے گھورتے ہوئے تیمور نے دونوں ہاتھ دیوار پر رکھ کر اس کا راستہ روک لیا تھا۔

"چھوڑو میرا راستہ۔" سیاہ جینز اور وائٹ شرٹ میں وہ اس کے بے حد نزدیک کھڑا تھا اتنا کہ اس کی سانسوں کی مہک سارہ کو چھو رہی تھی اور وہ بری طرح نروس ہو رہی تھی۔

"راستہ اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک تم وجہ نہیں بتاؤ گی۔" تیمور گویا غرایا تھا۔

"کیا تمہاری شرافت کو یہ زیب دیتا ہے کہ تم آئے دن اک نئی لڑکی سے افیئر چلاؤ اس کے جذبات سے کھیلو۔" سارہ بے خوف ہوتے ہوئے پھنکاری تھی۔

"او ہو تو تمہیں یہ تکلیف ہے کہ اب تک میں نے تم سے کیوں نہیں افیئر چلایا۔" تیمور کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"میں لعنت بھیجتی ہوں تمہارے افیئر پر۔ ہٹو سامنے سے۔" سارہ بظاہر گرجی تھی لیکن تیمور کے تیور دیکھ کر وہ دل ہی دل میں بری طرح سے گھبرا رہی تھی۔

"سارہ جلال! بہت مقروض ہو تم میری میں چاہوں تو اس وقت تمام قرض سود سمیت تم سے وصول کر سکتا ہوں۔" تیمور کا لہجہ سخت لیکن معنی خیز تھا۔

"ک ک...... کیا بکواس کر رہے ہو تم۔ میں اپنی جان دے دوں گی۔" سارہ تو پوری جان سے کانپ اٹھی یکلخت ہی وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس وقت وہ واقعی تیمور سے خوف زدہ ہو گئی تھی۔

"تو یہ جان مجھ پر دے دو بہت سنبھال کر رکھوں گا۔" تیمور کے لب و لہجے میں اک نرمی اک لگاوٹ اتر آئی لیکن دیوار پر دونوں ہاتھ ہنوز جمائے کھڑا تھا۔ سارہ کو اس کا لہجہ چونکا گیا لیکن وہ ہنوز آنسو بہا رہی تھی۔

SkorpiO FriendsKorner
Please register!
Visual Watermark

"میری بات سنو۔ سارہ! اگر میری محبت نے تمہیں پگھلا ہی دیا ہے تو پھر یہ انا کی دیوار کیسی۔ میں بھی اسی طرح سلگ رہا ہوں تمہارے پیار میں۔ جس طرح تم۔ سارہ میری محبتیں سچی ہیں۔ آخر تمہیں یقین کیوں نہیں آتا۔"

سارہ اپنا رونا دھونا بھول کر چہرے سے دونوں ہاتھ ہٹائے تحیر بھرے انداز میں تیمور کی سمت دیکھنے لگی۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں مجھے اور خود کو اس کشمکش سے نکال لو۔ ڈرتی کیوں ہو اقرار محبت سے۔ میں تمہیں شدتوں سے چاہتا ہوں آج سے نہیں بلکہ شعور کی منزلوں پر پہنچتے ہی دل نے صرف اور صرف تمہارا ساتھ مانگا تھا۔"

تیمور نے آج اپنا دل اس کے سامنے کھول کر رکھ دیا تھا۔

"مم...... میں کوئی تم سے محبت وحبت نہیں کرتی۔"

اس کے بے باک اظہار پر سارہ سرخ ہوگئی۔ دل کی دھڑکنوں میں گویا سرکش لہروں کا طوفان آگیا تھا۔ وہ اس سے نظریں چرا رہی تھی۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔ ذرا میری آنکھوں میں دیکھ کر یہ بات کہو۔" تیمور نے سنجیدگی سے کہتے دونوں ہاتھ دیوار سے ہٹائے اس کے لیے راستہ چھوڑ دیا۔

"اب اتنا بھی نہ آزماؤ تیمور۔" وہ خود پر لگائے ضبط کے پہرے توڑ کر یکلخت دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر ایک بار پھر دھواں دھار رونے لگی۔ یہ آنسو اس کے اعتراف کے تھے۔ ہاں وہ بھی تو تیمور سے محبت کرتی ہے۔

"بس یار اب کچھ نہ کہو۔" تیمور کے سامنے آج سارہ کا اک نیا اور خوب صورت روپ آیا تھا۔ اس کا ڈھکے چھپے انداز کا اعتراف محبت تیمور کی روح تک کو سرشار کر گیا تھا۔

"میرے دل کی تم پہلی اور آخری آرزو ہو۔ سارہ۔" اس کے قریب کھڑا تیمور سرگوشی کر رہا تھا۔

"اگر اتنا چاہتے ہو مجھے تو پھر یہ ڈھیر سارے افیئرز کیوں چلائے تھے تم نے؟" سارہ نے چہرے سے ہاتھ ہٹاتے شکوہ کیا۔

"وہ سب تم تک پہنچنے کے مہرے تھے۔ مجھے معلوم تھا کہ تم کوئی عام لڑکی نہیں ہو۔" تیمور نے اسے گہری شوخ نگاہوں سے دیکھا تھا۔ سارہ لاجواب ہوگئی تھی وہ شرما کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ اور تیمور کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس نے کوئی محاذ سر کرلیا ہو۔ وہ کھل کر مسکرایا تھا لیکن اس کی آنکھوں میں کسی گہری سوچ کا عکس تھا۔

وہ دونوں ایک دوسرے کی محبت پا کر بہت خوش تھے۔ ثانیہ نے تو باقاعدہ ان دونوں کی کلاس لی تھی۔ بقول اس کے تم دونوں بچپن سے ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار تھے خواہ مخواہ دوسروں کو پاگل بناتے رہے۔

ہاؤس جاب ختم ہوتے ہی تیمور نے اسے کہہ دیا تھا کہ چند دنوں میں اس کا پروپوزل آجائے گا۔ سارہ بہت خوش تھی۔

پھر سارہ کی خوشی میں اس وقت اور زیادہ اضافہ ہوگیا جب سمیعہ نے اسے معنی خیز مسکراہٹ سمیت اطلاع بہم پہنچائی کہ انکل مقبول کے گھر سے تمہارے لیے پروپوزل آرہا ہے۔ سمیعہ کی بات سن کر سارہ نے شرما کر سر جھکالیا تھا اور سمیعہ کے لیے اس کا یہ انداز رضامندی تھا اور یوں چند دنوں بعد مقبول ملک کے گھر سے سارہ کے لیے پروپوزل آیا لیکن وہ پروپوزل تیمور ملک کا نہیں بلکہ منصور ملک کا تھا۔

مقبول ملک اپنی بیگم، بڑے بیٹے محمود ملک اور بہو رابعہ کے ساتھ پروپوزل لے کر آئے تھے۔ شادی کی تاریخ ایک ماہ بعد کی رکھی گئی۔ اس وقت ان لوگوں نے صرف سارہ کو انگوٹھی پہنانے کی خواہش کی تھی رسم کے طور پر اس لیے سمیعہ سارہ کو ہلکا پھلکا تیار کرکے ڈرائنگ روم میں لے آئیں۔ شرمائی لجائی سارہ ان کے درمیان بیٹھ گئی تھی۔ اس بات سے بے خبر کہ اسے تیمور ملک کے بجائے منصور ملک کے ساتھ منسوب کیا جارہا ہے۔

خبر تو اسے اس وقت ہوئی جب بے جی نے اسے ہیرے کی انگوٹھی پہنا کر بلند آواز میں دعائیں دی۔

"اللہ تعالیٰ میرے منصور اور سارہ کی جوڑی سلامت

SkorpIO
FriendsKorner

Please register!
Visual Watermark

رکھے۔"

"منصور بہت خوش قسمت ہے جسے تمہاری جیسی پیاری جیون ساتھی ملی۔" رابعہ بھابی اسے مٹھائی کھلاتے کہہ رہی تھیں۔

اور مٹھائی گویا سارہ کے حلق میں اٹک گئی۔ اس کی سماعتیں کیا سن رہی ہیں۔ اسے تیمور کے بجائے منصور کے ساتھ کیوں منسوب کیا جارہا ہے؟

الٰہی یہ میرے ساتھ کیا ہوگیا ہے؟ کیا میں اس وقت شور مچا سکتی ہوں؟

بھابی نے تو مجھ سے یہی کہا تھا کہ انکل مقبول اپنے بیٹے کا پرپوزل تمہارے لیے لارہے ہیں۔ کس بیٹے کا پرپوزل لارہے ہیں نہ بھابی نے مجھے بتایا اور نہ ہی میں نے ان سے پوچھا اور میں پوچھتی بھی کیوں۔ کل تو تیمور کی مجھ سے فون پر بات ہوئی ہے۔ اس کی محبت بھری باتوں میں تو کسی انہونی کا شائبہ تک نہیں تھا تو پھر کہاں گڑبڑ ہوئی ہے۔ اس کے آس پاس بیٹھے افراد ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے اور وہ پتھر کی مورتی بنی یہ سب سوچ رہی تھی۔

پھر دوپہر کے کھانے کے بعد اس کے سسرالی ساہیوال جانے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ سارہ کی اس وقت جو حالت تھی یہ تو وہی جانتی تھی۔ اس کے لب سل چکے تھے۔ وہ تیمور ملک سے اصل بات جانے بغیر فی الحال منہ سے کوئی بات نہیں نکال سکتی تھی۔ اور منصور، تیمور ادھر ملک ہاؤس میں ہی تھے لہٰذا سارہ نے بے چین ہوتے دل کے ساتھ سارا معاملہ دوسرے دن پر ملتوی کر دیا کیونکہ تیمور نے اپنا موبائل آف کر دیا تھا اور گھر پر وہ فون نہیں کر سکتی تھی کیونکہ وہاں منصور ملک کی موجودگی لازمی تھی۔

دوسرے دن موقع دیکھ کر سارہ ملک ہاؤس پہنچ گئی۔ تیمور ٹی وی لاؤنج میں کھڑا کہیں فون کرنے میں مصروف تھا۔ فون رکھ کر وہ پلٹا تو سامنے ہی سارہ کھڑی تھی۔ اسے دیکھ کر وہ بری طرح ٹھٹھکا تھا۔

"تم یہاں؟" سارہ کو اپنے سامنے دیکھ کر اس نے خود کو بمشکل سنبھالا تھا۔

"کیوں میں یہاں نہیں آسکتی۔ جانتے ہو میں کل سے کس ٹینشن سے گزر رہی ہوں اور اوپر سے تم نے اپنا سیل فون بھی آف کر رکھا ہے۔ میں نے تو فی الحال گھر میں اس بارے کا کسی سے ذکر بھی نہیں کیا۔ کیا تم اتنے ہی بے خبر ہو کر یہاں بیٹھے ہو۔ وہاں مجھے تمہارے بجائے منصور لالہ کے ساتھ منسوب کر دیا ہے۔" سارہ انتہائی پریشانی میں ایک ہی سانس میں سارا قصہ اسے سنا گئی تھی۔

"معلوم ہے مجھے۔" تیمور کا اطمینان قابل دید تھا۔

"کک...... کیا؟" سارہ کے سر پر گویا بم پھٹا تھا۔ اس کی آنکھیں مارے حیرت کے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

"ہاں یہ تو شکر کرو کہ میرے گھر سے تمہارے لیے منصور لالہ کا پرپوزل آگیا ورنہ تم انتظار ہی کرتی رہ جاتیں۔" تیمور کا لہجہ انتہائی تحقیر آمیز تھا۔

"تت...... تیمور۔" سارہ کی زبان لڑکھڑائی تھی۔ اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔

"میری بات غور سے سنو سارہ جلال! مجھے نہ تم سے کل محبت تھی اور نہ آج ہے۔ تم وہ لڑکی ہو جس نے قدم قدم پر میری تذلیل، میری توہین کی۔ منصور لالہ کی نظروں میں مجھے گرایا لہٰذا اتنا سب کچھ ہونے کے بعد تمہیں اپنی محبت میں گرفتار کرنا میری ضد بن چکی تھی۔ تم جیسی لڑکی سے محبت اور شادی کرنا میرا دماغ خراب نہیں ہوا۔ مجھے تم سے نفرت ہے۔ مجھے تو تم سے اپنا بدلہ لینا تھا وہ میں نے لے لیا۔ اب یہ انکل اور ابا جی کی دوستی ہے۔ جو تم منصور لالہ کے ساتھ منسوب ہوگئیں۔ خیر مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔" تیمور ملک سارہ کی تضحیک کرتے اس کے سینے میں نشتر پر نشتر چلاتا گیا۔

"تم نے مجھ سے بدلہ لیا ہے۔" گم صم سی کیفیت میں کھڑی سارہ تصدیق کرتے بمشکل بول پائی تھی اسے اپنے سامنے کھڑا تیمور اک اجنبی کی صورت میں نظر آیا

SkorpiO
FriendsKorner

Please register!
Visual Watermark

تھا۔
"اتنا تو میرا بھی حق ہے۔" تیمور نے اس کی سمت طنزیہ مسکراہٹ اچھالی تھی۔
"یہ...... یہ تیمور تم کیا کہہ رہے ہو؟" سارہ اک بے یقینی کے عالم میں اس کی سمت دیکھ رہی تھی۔
"مجھے تم سے نفرت ہے سارہ جلال! نفرت ہے اور کتنی بار کہوں۔" تیمور کا لہجہ پتھر تھا۔
"نفرت۔" سارہ زیر لب بڑبڑائی تھی۔ اس ایک لفظ نے اس کی ہستی کو مٹا دیا تھا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر اتنی شدتوں سے روئی کہ کوئی غیر بھی اسے دیکھ لیتا تو یقیناً اسے بھی ترس آجاتا۔
"تیمور۔" منصور ملک بری طرح غصے میں دھاڑے تھے۔ وہ کافی دیر سے دروازے کی آڑ میں کھڑے ان دونوں کی تمام باتیں سن رہے تھے اور اب وہ ان دونوں کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔
"بہت خوب تیمور! بہت خوب۔ ایک لڑکی کی محبت کا خوب مذاق اڑایا ہے۔ اس سے بدلہ لے رہے ہو۔ یہی ہے تمہاری مردانگی' تف ہے تم پر۔"
منصور ملک نے روتی بلکتی اور قدرے سہمی ہوئی سارہ (جو وہ منصور ملک کی غیر متوقع آمد پر ہوئی تھی) پر ایک نظر ڈال کر اشتعال میں بھڑکتے ہوئے کھینچ کر طمانچہ تیمور کے منہ پر رسید کیا تھا۔
"سارہ تو ان دونوں بھائیوں کے بیچ سے بڑی تیزی سے باہر نکلی تھی اور اس صورت حال پر تیمور فق چہرہ لیے نظریں جھکائے منصور ملک کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کے پاس اپنی صفائی پیش کرنے کو کوئی الفاظ باقی نہیں رہے تھے بلکہ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ آج منصور لالہ آفس سے جلدی کیسے آگئے۔
دو دن ہوئے تھے اس کی شادی کی ڈیٹ فکس ہوئے لیکن اس کے چہرے پر خوشی نام کی کوئی چیز نظر نہیں آرہی تھی بلکہ پریشانی اور اضطراب کی چھاپ ہمہ وقت دکھائی دے رہی تھی۔ سمیعہ بغور اسے نوٹ کررہی تھیں۔
"سارہ گڑیا! تم کچھ پریشان دکھائی دے رہی ہو۔" آخر تیسرے دن سمیعہ نے اسے پکڑ ہی لیا۔ ان کی گود میں اس وقت سمیر تھا۔
"نن...... نہیں تو بھابی۔" سارہ نے چونک کر بمشکل اپنے لہجے کو بشاش بنایا اور دو سالہ سمیر کو ان کی گود سے لیتے خود کو اس میں مگن کرلیا۔
سمیعہ نے دوبارہ استفسار کرنا مناسب نہیں سمجھا لیکن اس کے خوب صوت چہرے کی اداسی کو بغور محسوس کیا تھا۔ معاً اسی وقت گاڑی کے ہارن کی آواز سنائی دی اور چند لمحوں میں بابا جان اور بلال احمد بلند آواز میں سلام کرتے لونگ روم میں داخل ہوئے تھے۔ دونوں باپ بیٹا آج آفس سے اکٹھے آئے تھے ورنہ بابا جان پہلے آجایا کرتے اور بلال احمد اکثر تین بجے تک گھر آتے تھے۔ ان لوگوں کی آمد پر سارہ نے قدرے سکون کا سانس لیا تھا ورنہ سمیعہ سے اسے اندیشہ تھا کہ کہیں وہ کچھ اور نہ پوچھ بیٹھیں۔
"سمیعہ بیٹے! شام میں میرے کچھ مہمان آرہے ہیں۔ بہت اچھے ڈنر کا انتظام کرلینا۔" بابا نے سارہ کے سراپے کو بغور دیکھا۔ انہیں اپنی پیاری بیٹی بے حد مرجھائی ہوئی دکھائی دی تھی۔
"کتنے لوگ ہوں گے بابا جان؟" سمیعہ بھی ان کی جانب پوری طرح متوجہ ہوگئی تھیں۔
"یہی کوئی پانچ چھ افراد۔" بابا جان انہیں کہہ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئے۔
سارہ بھی سمیر کو گود میں اٹھائے وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی اور بلال احمد سمیعہ کے ساتھ آنے والے مہمانوں کے بارے میں سرگوشیوں میں گفتگو کرنے لگے۔
شام کو سمیعہ اس کے بیڈ روم میں بڑی تیزی سے داخل ہوئیں۔ ہاتھ میں آف وائٹ چادر تھام رکھی تھی جو آتے ہی اس کے سر پر اوڑھا دی۔ پھر ایک کرسی بھی اس کے بیڈ کے نزدیک کردی۔
"بھابی! یہ سب کیا ہورہا ہے؟" سارہ یہ تمام کارروائی

SkorpiO FriendsKorner
Please register!
Visual Watermark

دیکھ کر بری طرح سٹ پٹائی تھی۔

"تمہارا نکاح ہو رہا ہے۔" سمیعہ نے مختصراً کہتے ہوئے اس کے سر پر چادر کا ذرا سا گھونگٹ نکالا اور اس کے قریب ہی بیڈ پر ٹک گئیں۔

"یا اللہ۔" اب کون سی افتاد ٹوٹ پڑی جو کام ایک ماہ بعد ہونا ہے وہ اتنی جلدی کیوں ہو رہا ہے۔ منصور صاحب کہیں بھاگ تو نہیں جا رہے۔ دل ہی دل میں سوچتے ہوئے سارہ کو گویا آگ سی لگ گئی تھی۔

"بھائی جان!" معاً بلال احمد کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر وہ رو پڑی تھی۔

"روتے نہیں گڑیا۔" سب کچھ تمہاری مرضی کے مطابق ہو رہا ہے۔" بلال احمد نے اس کے قریب آ کر شانے پر تھپکی دی گویا یہ بھی ایک تسلی کا انداز تھا۔

"مم...... میری مرضی؟" زیر لب بڑبڑاتی سارہ اسی جملے کو سوچے جا رہی تھی۔

"آیئے جناب۔" پھر بلال احمد نے آگے بڑھ کر اس بیڈ روم کا دروازہ کھولا تھا۔

اور بلال احمد کی آواز پر سارہ نے دروازے کی سمت دیکھا اس کے بابا جان کے ساتھ چند مرد حضرات اندر داخل ہوئے تھے۔ بابا اس کے دائیں جانب آ کر بیٹھ گئے تھے اس کے سامنے رکھی کرسی پر قاضی صاحب براجمان ہو گئے تھے۔

سارہ کی تمام حسیات بیدار ہو گئیں۔

"بیٹی سارہ، بنت جلال احمد تیمور ملک بن مقبول ملک نکاح میں دیا جاتا ہے۔ قبول ہے۔"

"تیمور ملک...... تیمور ملک۔" اس نام کی بازگشت سارہ کی سماعتوں میں کسی ہتھوڑے کی طرح لگی تھی۔ اسے محسوس ہوا وہ ابھی بے ہوش ہو جائے گی۔

"یہ منصور ملک کے بجائے یہاں تیمور ملک کہاں سے آ گیا۔ ہاں منصور ملک نے اس دن سارا تماشہ دیکھ لیا اور یقیناً انہی کے کہنے پر یہ شخص راضی ہوا ہے۔ اور یہ میرے بڑوں کو کیا ہو گیا ہے۔ وہ سچ جان چکے ہیں یا انہیں بھی اندھیرے میں رکھا گیا ہے۔

"بولو...... سارہ۔" بابا جان نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بڑی نرمی سے کہا تھا۔ لیکن سارہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ وہ بالکل برف کی مانند ٹھنڈی ہو رہی تھی۔ اس کی بائیں جانب بیٹھیں سمیعہ نے اس کی ٹھنڈی کلائی تھام کر محسوس کیا تھا۔

"سارہ! بولو گڑیا۔" کچھ فاصلے پر کھڑے بلال احمد نے بھی ٹیک کر سرگوشی کی تھی لیکن وہ اس وقت پتھر کی ہو چکی تھی۔

بلال احمد اور بابا جان نے بیک وقت ایک دوسرے کی سمت دیکھا یہی تو سارہ کی مرضی تھی پھر یہ خاموشی کیسی؟ دونوں باپ بیٹے کی آنکھوں میں یہی سوال اٹھا تھا۔

ماحول میں اک معنی خیز خاموشی چھا گئی تھی۔

"بولو بیٹی۔" قاضی صاحب اس بار بلند آواز میں سارہ سے مخاطب ہوئے تھے۔

یکلخت وہ اپنی سوچوں سے باہر آ گئی تھی۔

"کیا میں اس شخص کے لیے ہاں کہہ دوں۔ جس نے میری محبت، میرے اعتماد اور بھروسے کے پرخچے اڑا دیے ہیں۔ لیکن میری ناں اس وقت بھری محفل میں میرے اپنوں کا سر ہمیشہ کے لیے جھکا دے گی وہ ہاں، ناں کے فیصلے میں کھڑی تھی۔

"ہاں بولو سارہ بیٹے۔" اس بار بابا جان کا لہجہ کافی سخت تھا۔

"جی۔" سارہ کے چادر میں چھپے سر میں ہلکی سی جنبش ہوئی تھی۔ آخر اسے بابا کا مان رکھنا پڑا اور ان کی عزت کا مان رکھتے وہ خود لہولہان ہو چکی تھی۔

قاضی صاحب نے اس سے تین بار اقرار کروا کر نکاح نامے پر سائن کروائے۔ کمرے میں مبارک باد کا تبادلہ ہوا۔ تمام کارروائی مکمل ہونے کے بعد مرد حضرات باہر نکل گئے اور سارہ بے اختیار ہو کر سمیعہ کے سینے سے لگ کر بری طرح رونے لگی۔

"سارہ! اس طرح نہیں روتے۔ دیکھو سب ٹھیک ہو

SkorpiO
FriendsKorner

Please register!
Visual Watermark

گیا نا۔ خوامخواہ تم خاموش رہیں اور کچھ غلطی ہم سے بھی ہوئی کہ تمہیں یہ تو بتا دیا کہ انکل مقبول کے گھر سے تمہارے لیے پروپوزل آ رہا ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ ان کے کس بیٹے کا۔ پگلی تم ہی ہمیں نام بتا دیتیں ہم تو تمہاری خاموشی کو تمہاری رضامندی سمجھ بیٹھے تھے۔" اسے سینے سے لگائے سمیعہ اپنے خیالات کا اظہار کرتے کچھ توقف کے لیے خاموش ہوئیں۔ ہائے بھابی مجھے کیا معلوم تھا کہ اس گھر سے میرے لیے تیمور کے بجائے منصور کا پروپوزل آ رہا ہے اس کا دل ماتم کر اٹھا تھا۔

"یہ تو منصور بھائی نے تیمور کے دل کی بات نہ جانے کیسے جان لی اور انہوں نے فوراً تمہارے پروپوزل سے انکار کر دیا۔ پرسوں انکل مقبول بابا جان کے پاس آفس آئے تھے اور بے حد معذرت کے ساتھ انہوں نے بابا جان کو بتایا کہ منصور بھائی کا پروپوزل تمہارے لیے وہ اپنے طور پر لائے تھے لیکن اب جب کہ وہ اصل معاملہ جان گئے ہیں تو پھر دوبارہ تیمور کے لیے انہوں نے تمہارا پروپوزل مانگ لیا ہے۔ اب ظاہر ہے تم اور تیمور ایک دوسرے کو پسند کرتے ہو تو بابا جان کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ انہوں نے انکل مقبول کو کہہ دیا کہ مجھے منصور بھی عزیز ہے اور تیمور چونکہ میری بیٹی کی پسند ہے تو وہ بھی مجھے پیارا ہے۔ بلال نے آج دوپہر میں ہی مجھے یہ سارا قصہ سنایا تھا اور تمہیں عین ٹائم پر بتانے کا سب کا مشترکہ فیصلہ تھا تاکہ تمہیں سرپرائز دیا جائے۔ میں جانتی ہوں اس وقت تم شاک کی کیفیت سے گزر رہی ہو لیکن یہ تو شکر کرو کہ معاملہ پہلے مقام پر ہی سلجھ گیا ورنہ ادھر تیمور بڑے بھائی کے احترام میں خاموش رہتا ادھر تم ہمارے احترام میں خاموش رہتیں اور سارے کام الٹ ہو جاتے میں تو خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتی ہوں کہ سب کچھ ٹھیک ہو گیا۔"

"بھابی آپ کو کیسے بتاؤں کہ یہ معاملہ کس نے سلجھایا ہے۔ کاش منصور آپ نے اس دن ہماری باتیں نہ سنی ہوتیں تو آج مجھے یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ سمیعہ کے سینے سے لگی آنسو بہاتے اور مسلسل سوچ رہی تھی۔

پھر نکاح کے ایک ہفتے بعد ہی تیمور ملک اسپیشلائزیشن کے لیے نیویارک روانہ ہو گیا۔

اسپیشلائزیشن کا ذکر اس نے ہاؤس جاب کے دوران سارہ سے بھی کیا تھا وہ بھی راضی تھی اور یہ کام اس کا دو تین ماہ میں ہونا تھا وہ تیمور نے مقبول ملک کے اثر و رسوخ کی وجہ سے بہت جلد کروا لیا۔ اس ایک ہفتے کے دوران تیمور نے سارہ سے کوئی ٹیلی فونک رابطہ نہیں کیا اور سارہ کی حالت بھی تو ایسی تھی کہ وہ اس کی شکل نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ فی الحال تو وہ اپنا دکھ کسی سے بھی نہیں کہہ سکتی تھی کیونکہ ثانیہ بھی آج کل اپنی بہن کے پاس شارجہ گئی ہوئی تھی۔ پھر اسی مہینے کے اندر منصور ملک کی شادی اپنی کزن شمائلہ کے ساتھ طے پا گئی۔ شادی پر ان کا پورا گھر انوائٹ تھا لہٰذا سب گھر والوں کے ساتھ سارہ کو بھی ساہیوال جانا پڑا۔ حویلی میں سارہ کا استقبال ڈھیروں محبتوں کے ساتھ ہوا تھا۔ آخر اب وہ اس حویلی کی بہو تھی اور یہ اتفاق تھا کہ منصور ملک سے اس کی ملاقات تنہائی میں ہو گئی۔ وہ اپنے بیڈ روم میں داخل ہو رہے تھے جب سارہ ان کے سامنے آ گئی۔

"السلام علیکم! کیسی ہیں سارہ؟" انہوں نے سلام کرتے اس کا حال احوال پوچھنے میں پہل کر دی تھی۔

"کیسا ہونا چاہیے مجھے۔" سارہ کے لہجے میں افسردگی جھلک رہی تھی۔

"میں آپ کی کیفیت سمجھ رہا ہوں۔" منصور دانستہ خاموش ہو گئے تھے۔

"آ...... آپ نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا منصور لالہ۔" اس کے لہجے میں گہرا دکھ اور شکوہ تھا۔

"دیکھو سارہ! میں کبھی بھی اس لڑکی کو نہیں اپنا سکتا تھا جو میرے بھائی سے محبت کرتی تھی۔ سارہ! آپ مجھے بتائیں کیا...... آپ میرے ساتھ خوش رہ سکتیں؟" منصور ملک اس سے بے حد سنجیدگی سے استفسار کر رہے تھے۔

"لیکن آپ کا بھائی تو مجھ سے محبت نہیں کرتا تھا۔ اس نے تو مجھ سے بدلہ لیا ہے۔ پھر آپ نے اس معاملے کو

SkorpiO FriendsKorner
Please register!
Visual Watermark

آگے کیوں بڑھنے دیا؟" سارہ بے حد آزردگی سے گویا ہوئی۔

"سارہ! تیمور نے ایک کمزور لڑکی سے بدلہ لیا تھا وہ اپنی بیوی سے کبھی نہیں لے سکتا۔ اس کی رگوں میں غیرت مند خاندان کا خون دوڑ رہا ہے۔ آپ یقین کریں میں نے اس کے کسی عیب پر پردہ نہیں ڈالا۔ ابا جی، بے جی بلکہ پورے گھر والوں کے سامنے اس کے تمام راز فاش کر دیے ہیں۔ یہ ہم سب گھر والوں کا مشترکہ فیصلہ تھا کہ جس لڑکی کے ساتھ اس نے یہ کھیل کھیلا ہے اسی کو اسے عزت و امان دینا پڑے گا۔ اور اس معاملے میں ہم سب آپ کے بھی بے حد شکر گزار ہیں کہ آپ نے خاموش رہ کر ہمارا بھرم رکھا۔ انکل جلال اور ابا جی کی دوستی کو ٹوٹنے سے بچایا باقی تیمور کی غلطی نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا تھا۔" منصور بے حد شرمندہ نظر آ رہے تھے۔ سارہ اک گہرا سانس لے کر سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی۔ وہ منصور کی وضاحت کے بعد کسی بحث کے موڈ میں نہیں تھی۔ قسمت نے جو کھیل اس کے ساتھ کھیلا تھا اسے سارہ کو تنہا ہی کھیلنا تھا۔

پھر منصور کی شادی اور ولیمے کی دعوت اٹینڈ کر کے سارہ کی فیملی کی بھی لاہور واپسی ہو گئی اور دوسرے دن ثانیہ نے اچانک آ کر سارہ کو سرپرائز دے دیا۔ اتفاق سے سمیعہ اس وقت مارکیٹ گئی ہوئی تھیں۔ سارہ گھر میں تنہا تھی۔ وہ جو ڈیڑھ ماہ سے گھٹ گھٹ کر رو رہی تھی آج ثانیہ کے گلے لگ کر تمام حقیقت بتاتے کھل کر روئی تھی اور دوسری طرف ثانیہ مارے صدمے کے گنگ رہ گئی۔

"تیمور ملک بدلے کی آگ میں اس حد تک گر جائے گا یہ تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔" سارہ کو تسلیاں دیتے ثانیہ بھی افسردہ ہو گئی تھی۔ اس کے دل پر بھی اک بوجھ سا آ گرا تھا۔ گو کہ سارہ کے دل کی دنیا اجڑ گئی تھی لیکن دنیا داری نبھانے کو اس نے خود پر مصنوعی خول چڑھا لیا تھا۔ پھر ثانیہ کے ساتھ اس نے بھی پریکٹس شروع کر دی تھی۔ دونوں کو ایک ہی اسپتال میں جاب مل گئی تھی۔ اسی دوران ثانیہ کی شادی ہو گئی۔ یوں وقت نے چار سالوں کا سفر طے کر لیا۔ ثانیہ ایک بیٹے کی ماں بن چکی تھی۔ سمیعہ بھی دوسرے بچے کی ماں بن چکی تھیں۔ اس کے علاوہ منصور ملک بھی دو بچوں کے باپ بن چکے تھے۔ ان کی پوسٹنگ آج کل اسلام آباد میں تھی۔ ان چار سالوں میں تیمور ملک کا سارہ کے گھر والوں سے ٹیلی فونک رابطہ بھی رہا لیکن سارہ کو کبھی اس نے فون کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

❀❀❀

سرجن مظہر علی شاہ کی جرمنی روانگی کے بعد آج تیمور ملک نے اسپتال کا باقاعدہ چارج سنبھال لیا تھا۔ تمام سرجن و ڈاکٹرز سے اس کا تعارف دو دن پہلے ہی ہو چکا تھا۔ اس لیے کسی بھی تردد کے بغیر اسپتال کا روٹین ورک پہلے کی طرح جاری تھا۔

وہ سارہ کا شدت سے منتظر تھا لیکن ڈیوٹی ٹائم گزر چکا تھا اور وہ ابھی تک نہیں آئی تھی۔ ثانیہ سے بھی اس کی ملاقات ہوئی تھی لیکن اس کے سپاٹ رویے نے تیمور کو استفسار کرنے سے روک دیا تھا۔

SkorpiO FriendsKorner

راؤنڈ لے کر وہ ابھی ابھی اپنے روم میں داخل ہوا تھا۔ ریوالونگ چیئر پر ریلیکس انداز میں بیٹھا وہ سارہ کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ معاً بغیر دستک دیے وہ اس کے روم میں داخل ہوئی تھی۔

تیمور ملک پہلے تو بری طرح چونکا پھر بے ساختہ گھنی مونچھوں سے اس کے خون چھلکاتے ہونٹ مسکرائے تھے لیکن اس مسکراہٹ کو تیمور نے اپنے ہونٹوں میں دبا لیا کیونکہ سامنے کھڑے فریق کے تیور خطرناک تھے۔

"یہ میرا ریزائن۔" سارہ نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے اپنے ہینڈ بیگ سے ایک سفید لفافہ نکال کر اس کی شیشے کی ٹیبل پر رکھ دیا۔

"کیوں؟" وہ اندر سے بری طرح ٹھٹکا لیکن بظاہر پرسکون دکھائی دے رہا تھا۔

"کیونکہ جہاں تم ہو گے وہاں میں کام نہیں کروں

Please register!
Visual Watermark

گی۔" سارہ کا لہجہ دوٹوک تھا۔
"لیکن ہمیں تو ساری زندگی ساتھ گزارنی ہے یہ بات شاید تم بھول رہی ہو۔" تیمور کی بات معنی خیز تھی۔ وہ چیئر سے اٹھا اور اس کے نزدیک آ کھڑا ہوا۔

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔ میں آج تک تمہارے ساتھ ہونے والی وہ آخری ملاقات نہیں بھولی ہوں۔ جس نے میرے وجود کے پرخچے اڑا دیے تھے۔ اور تم ہو کہ عمر بھر ساتھ گزارنے کی بات کر رہے ہو۔" سارہ اپنی زندگی کا وہ عظیم دکھ کیسے بھول سکتی تھی۔ تلخ ہوتے اس نے تیمور کا تمسخر اڑایا تھا۔

"لیکن مجھے تو بزرگوں کا فیصلہ نبھانا ہے۔ اور ویسے بھی ہماری سات پشتوں میں آج تک کسی نے اپنی منکوحہ کو نہیں چھوڑا تو میں کیسے یہ کام کر سکتا ہوں۔" تیمور نے اک استحقاق بھری نظر اس پر ڈالی تھی۔

جب وہ منصور ملک کی شادی پر ساہیوال گئی تھی اور جو باتیں اس نے منصور ملک کے ساتھ کی تھیں وہ سب منصور ملک نے نیو یارک فون کر کے تیمور کو بتا دی تھیں۔

"تیمور ملک! تمہیں یہ باتیں زیب نہیں دیتی۔ ڈوب مرو چلو بھر پانی میں۔" سارہ کسی شیرنی کی طرح غرائی تھی۔

"ہاں ڈوب کر مروں گا ضرور لیکن تمہاری ان آنکھوں میں۔" اس کی خوب صورت آنکھوں کو دیکھتے تیمور کے لہجے اور نظر میں اک خمار سا اتر آیا تھا۔

"میں اپنا ریزائن دے چکی ہوں اور میں اسپتال نہیں آؤں گی۔" اس کے انداز پر سارہ کو یکلخت اپنے اور اس کے درمیان موجود رشتے کا احساس بڑی شدت سے ہوا تھا۔ وہ اسے جواب دیتے ہوئے فوراً دور ہوئی تھی۔

"ٹھیک ہے میں رات کو ڈنر پر تو آ رہا ہوں تمہاری طرف۔ تمہارا ریزائن انکل کے ہاتھ میں تھما دوں گا اب تم کوئی وجہ سوچ کر رکھ لو۔" تیمور نے بھی بڑے کام کا پتہ پھینکا تھا۔

"ہائیں۔" سارہ کے تو چاروں طبق روشن ہو گئے۔ اپنی جذباتیت میں اس طرف تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا وہ پلٹی اور فوراً آگے بڑھ کر ٹیبل پر پڑا ریزائن اٹھالیا۔

"پھر کر رہی ہو نا کل سے ڈیوٹی جوائن۔" تیمور شرارت سے کہتے ہوئے اس کے راستے میں حائل ہو گیا تھا۔

"ہٹو سامنے سے۔" سارہ کے لہجے میں سرد مہری تھی۔ تیمور کا یہ انداز اسے ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔

"دیکھو سارہ! میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" وہ یکلخت سنجیدہ ہوا لیکن اس کے راستے میں ہنوز حائل تھا۔

سارہ نے ایک خاموش سلگتی ہوئی نگاہ اس کی سمت اٹھائی تھی۔

"میں تم سے واقعی بہت شرمندہ ہوں مجھے ایک موقع معذرت کا دو۔ ہم اپنی زندگی کی ابتدا تمام پچھلی باتیں بھلا کر کریں گے۔" تیمور بے حد نادم نظر آ رہا تھا۔

"ہونہہ...... تم بھلا سکتے ہو وہ باتیں لیکن میں نہیں۔ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کر سکتی تیمور ملک۔" وہ پھنکارتی ہوئی بڑی تیزی سے تیمور کے سائیڈ سے ہوتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

پھر سارہ نے اپنی ڈیوٹی تو جوائن تو کر لی تھی لیکن تیمور ملک سے وہ لاتعلق تھی۔ ڈیوٹی جوائن کیے ابھی سارہ کو چھ ہی دن ہوئے تھے کہ گھر میں اس کی رخصتی کی باتیں شروع ہو گئیں اور سارہ اب کسی قیمت پر رخصتی نہیں چاہتی تھی۔ کیونکہ اب تیمور ملک سے بدلہ لینے کی باری اس کی تھی۔

سمیعہ سے تو اس نے یہ کہہ کر جان چھڑائی تھی کہ ابھی کچھ دن تو آپ ٹھہریں۔ تیمور کے آتے ہی میری رخصتی کی پڑ گئی۔ میں کہیں بھاگی نہیں جا رہی بظاہر اس نے مسکرا کر کہا تھا لیکن اندر ہی اندر وہ جل گئی تھی۔

اور اس کی یہ ٹال مٹول تیمور کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔ کیونکہ اس کا رابطہ سمیعہ سے فون پر رہتا تھا اور اسی کے ذریعے تیمور کو سارہ کے خیالات معلوم ہوئے تھے۔ دو تو آج کل میں ابا جی اور بے جی کو رخصتی کی تاریخ لینے کے

SkorpiO FriendsKorner

Please register!
Visual Watermark

لے بھیجنے کا سوچ رہا تھا اور ادھر کی ساری باتیں سن کر وہ پریشان سا ہوا اٹھا تھا۔

اس ٹال مٹول کی وجہ وہ اس سے پوچھنا چاہتا تھا لیکن فون پر وہ تیمور سے بات کرنا پسند نہیں کرتی تھی اور اسپتال میں بھی وہ اس کے ہاتھ نہیں آتی تھی۔

اس ہفتے سے سارہ کی ڈیوٹی رات میں تھی۔ معمول کے مطابق اس نے گاڑی اسپتال کے پارکنگ ایریا میں کھڑی کی اور باہر نکل آئی۔ اسی وقت تیمور کی گاڑی نے بیچ آکر اس کا راستہ روک لیا۔ سارہ نے آنکھوں میں تحیر لیے بمشکل اپنی کار کا سہارا لیتے خود کو گرنے سے بچایا تھا۔

"بیٹھو ادھر۔" تیمور نے سارہ کو کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر ذرا سا جھک کر اپنی کار کا فرنٹ ڈور کھولا اور اسے اندر بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔

"کیوں؟" اس کے رعب پر وہ بری طرح جھلائی تھی حالانکہ وہ کئی دنوں بعد اس سے مخاطب ہوا تھا۔

"گاڑی میں بیٹھو گی تو بتاؤں گا ناں۔" اس بار تیمور کا لہجہ نرم تھا۔ اس نے ہنوز دروازہ کھلا رکھا تھا۔

"میں تمہارے ساتھ کہیں نہیں جا رہی میری ڈیوٹی ہے اس وقت۔" سارہ نے چڑ کر جواب دیا۔

"تم میری بیوی ہو یہ بات اسپتال کا تمام اسٹاف جانتا ہے۔ لہٰذا اس وقت میں تمہیں زبردستی گاڑی میں بٹھاؤں گا تو کسی کو یہاں حیرت نہیں ہوگی۔" تیمور کے لہجے میں اک دھونس سی اتر آئی تھی۔

"جانتی ہوں تم نے پورے اسپتال میں جو اشتہار لگوایا ہے لیکن میں اس رشتے کو نہیں مانتی۔" سارہ نے غصے میں جتاتے ہوئے کہا تھا۔

"اس موضوع پر پھر بات ہوگی فی الحال تم گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔ مجھے تم سے آج فائنل بات کرنی ہے اور پلیز مجھے زبردستی کرنے پر مجبور مت کرو۔" اس بار تیمور بھی جھلا گیا تھا۔

سارہ نے اک نظر ارد گرد دیکھا اس کے بہت سے آنے جانے والے کولیگز نے معنی خیز مسکراہٹ سے ان دونوں کو دیکھا تھا۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے سارہ کو تیمور کی گاڑی کی طرف بڑھنا پڑا۔ فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہی اس نے دھڑ سے کار کا دروازہ بند کیا تھا۔ جو اس کے غصے کا اظہار تھا۔

تیمور نے اس کے انداز کا بغور نوٹس لیتے ہوئے کار اسٹارٹ کر کے اسپتال کی وسیع عمارت سے بڑی تیزی سے باہر نکالی تھی۔

"میں تمہاری زرخرید نہیں ہوں جسے تم جس طرح چاہو استعمال کرو۔" سارہ غصہ اور جھلاہٹ لیے اس سے مخاطب ہوئی تھی۔

"جب تم سیدھی طرح ہاتھ نہیں آؤ گی تو مجبوراً مجھے دوسرا راستہ اختیار کرنا پڑا۔" تیمور نے کار تارکول کی شفاف سڑک پر ڈالتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تھا۔

سارہ نے اسے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ بڑی ناگواری سے اس کی سمت دیکھا تھا۔

"کہاں چلیں؟" تیمور نے اس کی ناگواری کو نظر انداز کرتے نارمل لہجے میں استفسار کیا تھا۔

"جہنم میں۔" سارہ جل کر گویا ہوئی تھی۔

"اس نام کا ہوٹل میں نے تو اپنے شہر میں ابھی تک نہیں دیکھا۔" ڈرائیونگ کرتے تیمور کے ہونٹوں پر بڑی بے ساختہ مسکراہٹ عود کر آئی تھی۔ اس کی مسکراہٹ نے جلتی پر تیل کا کام کیا تھا۔ اس لیے سارہ نے کھڑکی کی سمت رخ کرتے اس سے گفتگو نہ کرنے کا اعلان کیا تھا۔

پھر باقی راستہ دونوں کا خاموشی سے کٹا۔ تیمور کی کار ملک ہاؤس میں آکر رکی تھی۔

"یہاں کیوں لائے ہو مجھے؟" سارہ کی خاموشی ٹوٹی لیکن نگاہوں میں الجھن تھی۔

"ہوٹل جانا تمہیں پسند نہیں...... لہٰذا میں نے سوچا گھر پر اطمینان سے بات ہو جائے گی۔" وہ سارہ کو اپنی ہمراہی میں اندر لے آیا تھا۔

اور جو بات اس نے کرنی تھی اب وہ سارہ کی سمجھ میں آ گئی تھی۔

SkorpiO FriendsKorner

Please register!
Visual Watermark

"ٹھیک ہے تیمور ملک! آج فیصلہ ہو ہی جائے۔" اس کی سوچ فیصلہ کن تھی۔ وہ اس کے ساتھ لونگ روم میں بیٹھی تھی بڑے پُراعتماد انداز میں۔

"مجھے صرف یہ بتادو کہ تم رخصتی کے لیے کیوں انکار کر رہی ہو۔ فی الحال تو سمیعہ بھابی نے تمہارا پیغام مجھ تک ہی پہنچایا ہے اور ادھر ابا جی اور بے جی آج کل میں رخصتی کی ڈیٹ لینے کے لیے یہاں آنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ بتاؤ میں انہیں کیسے منع کروں اور کیوں......؟" وہ سارہ کے سامنے کشادہ صوفے پر بیٹھا تھا۔ اور اس کا لب ولہجہ حد درجہ سنجیدہ تھا۔

"یہ تمہارا ہیڈک ہے۔" سارہ کا لہجہ لٹھ مار تھا۔

"سارہ! آخر اب تم چاہتی کیا ہو؟" تیمور اس کے انداز پر چونکا تھا۔

"مجھے ڈائیورس دے دو۔" سارہ کے لہجے میں بلا کا اطمینان تھا۔ وہ تیمور کے سامنے بغیر کسی ڈر خوف کے کھڑی ہوگئی۔ نہ جانے اس میں یہ بہادری کہاں سے آ گئی تھی۔

"کیا بکواس کر رہی ہو۔" تیمور کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ وہ اس کے نزدیک آ کھڑا ہوا تھا۔ اسے امید نہیں تھی کہ سارہ اس حد تک بھی جاسکتی ہے۔

"میں ایک دھوکے باز فریبی، مکار شخص کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی۔" وہ زہر خند ہوتے گویا ہوئی۔

"پھر نکاح نامے پر سائن کیوں کیے تھے؟ اسی وقت انکار کر دیتیں۔" تیمور کا موڈ ایک دم تبدیل ہوگیا۔ وہ گویا بھڑک اٹھا تھا۔

"بس...... وہی لمحہ تو میری بے بسی کا تھا لیکن اب میں بے بس نہیں ہوں تم منظر سے چار سال کے لیے غائب ہوگئے تھے۔ ورنہ یہ بندھن اتنا عرصہ نہ چلتا اور یہ شکر کرو کہ میں نے تمہاری اصلیت ابھی تک اپنے گھر والوں کے سامنے نہیں کھولی۔ لہٰذا خاموشی سے مجھے ڈائیورس دے دو۔" سارہ کا لہجہ دوٹوک تھا۔

"اور اگر میں تمہیں ڈائیورس نہ دوں۔" تیمور نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا تھا۔

"تو پھر میں تمہاری اصلیت اپنے گھر والوں کے سامنے کھول کر رکھ دوں گی۔" سارہ نے بے حد سفاکی سے کہا تھا۔

"سارہ! سارہ...... اس واقعے کے بعد میں آج تک اپنے گھر والوں کے سامنے نظر نہیں اٹھا سکا اور تم ہو کہ مجھے اک نئے امتحان میں ڈال رہی ہو۔" تیمور کا مارے غصے اور صدمے سے برا حال تھا۔

"یاد کرو...... ایک بار تم نے مجھ سے بدلہ لیا تھا تیمور ملک آج میں تم سے بدلہ لے رہی ہوں...... کہو کیسا لگ رہا ہے۔" سارہ کا غصہ بھی عروج پر تھا۔ اس کا انداز بڑا دل جلانے والا تھا۔

"سارہ۔" زیر لب بڑبڑاتے وہ اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ سارہ سے وہ اب کوئی اچھی توقع نہیں کر سکتا تھا۔ اس کا ذہن بڑی تیزی سے گھوما تھا۔ یکلخت وہ اک فیصلے پر پہنچ گیا۔ اپنے اندر بھڑکتی آگ پر اس نے مصالحت کی چادر ڈالتے ہوئے بڑی خاموشی سے سارہ کی کلائی اپنی مضبوط گرفت میں لی اور اسے کھینچتا ہوا لونگ روم سے لے کر نکلا تھا۔

"یہ...... یہ...... کیا کر رہے ہو تم؟ کہاں لے جا رہے ہو مجھے؟" سارہ اس آنا فاناً ہونے والی کارروائی کو کچھ سمجھ نہیں پائی تھی۔

اور اس کے گھر میں جو اکا دکا ملازم تھے وہ بھی اس وقت نظر نہیں آ رہے تھے۔

"تمہاری ڈائیورس کا جواب دینے جا رہا ہوں۔" معنی خیز لہجے میں کہتے ہوئے تیمور اسے اپنے بیڈ روم میں لے کر داخل ہوا تھا۔ اس کی کلائی چھوڑ کر تیمور نے دروازہ لاک کر دیا تھا۔

"تیمور۔" سارہ کی آواز حلق میں کہیں گھٹ گئی تھی۔ بس ایک لمحہ تھا جو اسے حقیقت کا آئینہ دکھا گیا۔ وہ اپنی جگہ متحیر کھڑی تھی۔

اس کے سامنے کھڑا مرد کوئی غیر نہیں بلکہ اس کا جائز

SkorpiO FriendsKorner

Please register!
Visual Watermark

اور شرعی مالک کھڑا تھا۔
بیڈروم میں ایک معنی خیز خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ تیمور کے تیور دیکھ کر اب اس کا دل سوکھے پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔

"تت...... تم نے اگر کچھ ایسا ویسا کیا تو میں اپنی جان دے دوں گی۔" بیڈروم کی معنی خیز خاموشی کو سارہ کی لرزتی آواز نے توڑا تھا۔

"اسے تمہاری نادانی کہوں یا معصومیت؟ ایسا ویسا کچھ بھی کروں گا تو اپنی شرعی اور قانونی بیوی کے ساتھ۔"

تیمور کی مسکراہٹ بڑی کاٹ دار تھی۔ پھر یکلخت اس نے بڑی بے باکی سے پہلی بار اپنا استحقاق استعمال کرتے ہوئے سارہ کو اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا۔

"تیمور! خدا کے لیے تیمور...... ایسا کچھ مت کرو۔"

اس کی بانہوں میں وہ بن پانی کی مچھلی کی طرح تڑپی تھی اور آنسو بڑی تیزی سے اس کے رخساروں پر بہہ نکلے تھے۔ وہ اس لمحے کو کوس رہی تھی جب وہ یہاں آئی تھی۔

"سوری میری جان! نہ تم مجھ سے ڈائیورس مانگتیں نہ میں اس مقام تک آتا۔ مجھے یہاں تک لانے والی تم ہو۔ بے شک اب تم اپنے گھر والوں کے سامنے میری اصلیت کھول دینا۔ مجھے کوئی پروا نہیں۔" تیمور اس وقت بے حد سفاک اور ظالم نظر آرہا تھا۔

"پلیز...... تیمور! پلیز......" سارہ نے آنسوؤں سے تر چہرہ اوپر اٹھائے اس کی گرفت سے نکلنے کی مزاحمت کی تھی۔ اس کے لمس نے سارہ کے حواس گم کردیے تھے۔ وہ بری طرح لرز رہی تھی۔

"مجھ سے اب کسی رحم کی توقع مت رکھنا مسز تیمور۔"

سارہ کے آنسوؤں سے بے نیاز وہ اس کے کان کے قریب سرگوشی کررہا تھا اور اس کی بات سن کر سارہ کے تمام کس بل نکل گئے تھے وہ تیمور کی مضبوط گرفت میں پھڑپھڑا کر رہ گئی۔

❁❁❁

چار دن سے وہ بخار میں مبتلا تھی۔ پورا گھر اس کے پیچھے پڑا رہا کہ کسی اچھے ڈاکٹر کو دکھائے لیکن وہ نہیں مانی بلکہ اس نے اپنی ہی میڈیسن کھا کھا کر خود کو قدرے بہتر کرلیا تھا۔ بابا جان نے تیمور کو بلانے کو کہا وہ بھی اس نے منع کردیا۔ اس دوران ثانیہ اسے باقاعدہ ملنے آتی رہی تھی۔ خود پر گزرنے والے حادثے کا ذکر وہ کسی سے نہ کرسکی تھی۔ ہونٹ سل گئے تھے۔

تیمور دل ہی دل میں بہت شرمندہ تھا لیکن سارہ کی ضد اور ہٹ دھرمی نے اسے رسک لینے پر مجبور کردیا تھا۔ فون پر اس نے سارہ کی خیریت دو تین بار گھر والوں سے پوچھی تھی۔

اس دوپہر سمیعہ نے اسپتال فون کرکے تیمور کو خوب لتاڑا تھا۔

"ارے بھئی کیسے شوہر ہو۔ بیوی بیمار پڑی ہے اور تم ایک بار بھی اسے دیکھنے نہیں آئے۔ تمہاری ڈاکٹری کب کام آئے گی۔" سمیعہ بگڑ کر بولیں۔

"ارے بھابی! میری تو سارہ سے سیل فون پر روز بات ہوتی ہے۔" تیمور اس اچانک حملے پر قدرے بوکھلا کر بولا تھا۔

"تمہیں تو معلوم ہوگا بخار سارہ کا اتر گیا ہے لیکن پھر بھی بے حد کمزور اور سست دکھائی دے رہی ہے۔" سمیعہ کے لہجے میں نند کے لیے فکرمندی تھی۔

"تو بھابی! اسی لیے تو میں نے سارہ سے کہہ دیا ہے۔ وہ اچھی طرح ریسٹ لے کر اسپتال جوائن کرے۔" تیمور جھوٹ پر جھوٹ بول رہا تھا وہ تو سمیعہ کے ہاتھوں برا پھنسا تھا۔

"تم ایسا کرونا تیمور! آج ذرا اس کا چیک اپ کر ہی جاؤ۔ ذرا دل کو تسلی ہوجائے گی۔"

"ٹھیک ہے بھابی! میں ابھی واپسی میں سارہ کو دیکھتا جاؤں گا۔" تیمور آخر کب تک چھپتا اس نے ہامی بھرلی۔

"اچھا پھر ٹھیک ہے۔ میں انتظار کروں گی۔ خدا حافظ۔" سمیعہ نے طمانیت سے کہتے فون بند کردیا۔

تیمور اسپتال سے ذرا جلد اٹھ گیا۔ سارہ کے گھر پہنچا تو

SkorpiO FriendsKorner

Please register! Visual Watermark

بابا جان اور احمد ابھی تک آفس سے نہیں آئے تھے۔ سمیعہ اسے سارہ کے بیڈروم میں لے آئیں۔ سمیعہ نے سارہ کو تیمور کی آمد کے بارے میں بتادیا تھا۔ اسے غصہ تو بہت آیا تھا لیکن سمیعہ سے کیا کہتی اس لیے منہ تک کمبل اوڑھے بیڈ پر پڑی تھی۔

"میرا خیال ہے سو رہی ہے تم ذرا اسے جگاؤ۔ میں ابھی آتی ہوں۔" سمیعہ سارہ کو اس کے حوالے کر کے بیڈروم سے باہر نکل گئیں۔

تیمور نے بیڈ کی ایک سائیڈ پر اپنا میڈیکل بیگ رکھا اور قریب پڑی چیئر بیڈ کے نزدیک کر کے بیٹھ گیا۔ عجیب سے احساسات لیے تیمور نے اس کے چہرے سے کمبل ہٹایا تو تکیے پر سیاہ گھٹاؤں جیسی زلفوں میں اس کا خوب صورت چہرہ سرسوں کے پھول کی مانند دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے آنکھیں نہیں کھولی تھیں بلکہ بند آنکھوں پر اس کی لمبی پلکیں لرز رہی تھیں۔ جو اس کی بیداری کی علامت تھیں اور اس کی یہ حالت دیکھ کر تیمور ندامتوں کے سمندر میں ڈوب گیا لیکن یہ تو کوئی اس کے دل سے پوچھتا کہ اس نے کس مجبوری میں یہ قدم اٹھایا تھا۔ وہ دل وجذبات کے ہاتھوں مجبور ہو کر بے ساختہ اس کی پیشانی پر جھکا اور دھیرے سے مہر محبت ثبت کر دی۔

سارہ کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کی ٹھنڈی پیشانی پر سلگتا ہوا انگارہ رکھ دیا ہو۔ اس نے پانیوں سے بھری سرخ آنکھیں کھول کر بڑے غضبناک انداز میں اپنے قریب بیٹھے تیمور کو دیکھا تھا۔

"مسز تیمور! یہ...... کیا حالت بنالی۔ بھئی اب ایسی قیامت بھی آپ پر نہیں ٹوٹی ہے۔" تیمور نے اس کے تیور دیکھ کر اپنا لہجہ طنزیہ بنایا تھا۔

"کیوں آئے ہو یہاں۔ چلے جاؤ یہاں سے۔ نفرت ہے مجھے تمہاری شکل سے۔ آئی ہیٹ یو...... آئی ہیٹ یو۔" وہ دبے دبے غصے میں گرجتی ہوئی بیڈ کی کراؤن سے ٹیک لگا کر اٹھ بیٹھی تھی۔

"آئی لو یو...... آئی لو یو...... مائی سوئیٹ ہارٹ اب تمہیں اسی شکل کے ساتھ عمر گزارنی ہے۔" بہترین ڈریسنگ کے ساتھ وہ بڑے دلکش انداز میں سارہ کو چڑاتے ہوئے مسکرایا اور اپنا میڈیکل بیگ کھولنے لگا۔

"خوش فہمی ہے تمہاری۔" سارہ نے ریشمی بالوں کو سمیٹتے اسے خونخوار نظروں سے دیکھا تھا۔

"میں خوش فہمی میں نہیں رہتا۔ عملی مظاہرہ کرتا ہوں۔ نتیجہ تم دیکھ چکی ہو۔" ذو معنی وشریر لہجے میں کہتے ہوئے تیمور نے اس کی کلائی تھام کر نبض چیک کی تھی۔

اس سے پہلے کہ سارہ اپنی کلائی اس کی گرفت سے کھینچتی کہ سمیعہ کولڈ ڈرنک کا گلاس نفیس ٹرے میں تھامے اندر چلی آئیں اور مجبوراً سارہ کو خاموش رہ کر اپنا چیک اپ کرانا پڑا۔

"تیمور اب یہ ٹھیک تو ہے ناں؟" سمیعہ قریب ہی تپائی پر کولڈ ڈرنک کا گلاس رکھ کر بیڈ کے کونے پر ٹک گئیں۔

"جی بھابی! انہوں نے اپنی ڈاکٹری خود پر خوب آزمائی ہے۔ محترمہ کو یہ نہیں معلوم کہ کبھی کبھار ایک بیمار ڈاکٹر کو بھی دوسرے ڈاکٹر کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ بی پی کافی لو ہے۔ میں ایک ڈرپ لگا دیتا ہوں۔" وہ سارہ کے چیک اپ کے بعد سمیعہ کی جانب متوجہ ہوا تھا۔

"جیسے تم مناسب سمجھو۔ لگا دو ڈرپ۔" سمیعہ نے فوراً اس کی تائید کی تھی۔

"آپ لوگ خواہ مخواہ ڈرپ کے چکر میں پڑ رہے ہیں۔ مجھے نہیں لگوانی پانچ چھ گھنٹے کے لیے۔ بندہ بیڈ پر پڑا رہے۔" سارہ نے ان دونوں کی گفتگو میں چڑ کر مداخلت کی تھی۔

"تیمور! اسے راضی کرو۔ میں ذرا کچن سے ہو کر آتی ہوں۔" سمیعہ دانستہ انہیں تنہائی کا موقع دے کر بیڈروم سے باہر نکل گئیں۔

"تم جاؤ یہاں سے تیمور۔" سمیعہ کے جاتے ہی وہ پھٹ پڑی تھی۔

"ڈرپ لگوا لو میری جان تم بہت دیک ہو رہی ہو۔

SkorpiO FriendsKorner
Please register!
Visual Watermark

تیمور نے کولڈ ڈرنک کا گلاس ہونٹوں سے لگایا گو کہ اس کا لہجہ تفکر بھرا تھا لیکن آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

"دیکھو تیمور! مجھے بہت غصہ آ رہا ہے۔" اس کے طرز تخاطب نے سارہ کو سرخ کر دیا تھا۔

"تو مجھ پر اتارو غصہ۔ کس نے منع کیا ہے تمہیں؟"

تیمور کولڈ ڈرنک کے سپ لیتا ہنوز شرارت کے موڈ میں تھا۔

"پلیز تیمور! پلیز۔ اس وقت یہاں سے چلے جاؤ تم نے مجھے خاک میں ملا دیا ہے۔ نہ جانے تمہارے کتنے روپ ہیں۔" وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر سسکیوں میں اشک برسانے لگی تھی۔ اسے وہ وقت شدت سے یاد آ رہا تھا۔ جب اس شخص نے اسے بے بس کر دیا تھا۔

"اوکے میں جا رہا ہوں لیکن تم یہ رونا بند کرو مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔" سنجیدہ لہجے میں کہتے ہوئے تیمور اک نظر اس پر ڈال کر بیڈ روم سے باہر نکل گیا تھا۔ جاتے جاتے وہ سمیعہ کو بھی اس کی طرف سے مطمئن کر گیا تھا۔

SkorpiO FriendsKorner

طبیعت بہتر ہونے کے بعد سارہ نے اسپتال دوبارہ جوائن کیا تھا لیکن تیمور اس کی شکل دیکھنے کی وہ روادار نہیں تھی اور دوسری طرف تیمور نے بھی اک خاموشی اختیار کی ہوئی تھی۔ گو کہ تیمور نے اس کی ذات پر اپنا استحقاق استعمال کر کے یہ تصور کر لیا تھا کہ اس نے سارہ کو فتح کر لیا ہے لیکن یہ سراسر غلط تھا۔ تیمور کے اس قدم نے سارہ کے اندر ضد اور ہٹ دھرمی کے جذبے کو اور زیادہ ابھار دیا تھا۔ اب سے بابا جان اور انکل مقبول ملک کی دوستی کی بھی پروا نہیں تھی۔ ان دنوں بس اس پر انتقام سوار تھا۔ اس نے دل میں مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ چاہے کچھ بھی ہو اب وہ اپنے گھر والوں کے سامنے تیمور کی اصلیت کھول دے گی۔

اس کش مکش میں ایک ڈیڑھ ماہ کا عرصہ گزر گیا تھا۔

شاید یہ دیر اسی لیے ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ کو تو کچھ اور ہی منظور تھا۔

اس کی طبیعت بہت دنوں سے بوجھل بوجھل سی تھی۔ اپنے اندر ہونے والی اس تبدیلی کو سارہ نے پہلے تو اپنا وہم سمجھا لیکن وہ ایک ڈاکٹر بھی تھی۔ اس وہم کی تصدیق کے لیے اس نے کسی دوسرے اسپتال سے اپنا ٹیسٹ کروایا تھا اور اب جو ٹیسٹ رپورٹ اس کے سامنے آئی تو وہ اس کے حواس گم کرنے کے لیے کافی تھی۔ وہ پریگننٹ تھی۔

اسپتال میں اپنے روم میں بیٹھی سارہ کے رخسار آنسوؤں سے بھیگتے چلے گئے۔

تیمور تم نے یہ اچھا نہیں کیا۔ آنسو بہاتے اس کا دل دہائی دے رہا تھا۔ تم نے تو مکڑی کا جال میرے گرد بن دیا ہے۔ جس میں سے اب میں چاہتے ہوئے بھی نہیں نکل سکتی۔ آنسو تواتر سے اس کے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔

الٰہی یہ بات زیادہ دن چھپنے والی تو نہیں ہے۔

مم...... میں تیمور کو کیسے بتاؤں لیکن اسے بتائے بنا بھی تو کوئی چارہ نہیں۔ تفکرات میں گھری سارہ کا ذہن شل ہو گیا تھا لیکن بہرحال اسے بتانا تھا۔ اپنے تواتر سے بہتے آنسو ٹشو سے صاف کیے اور ٹیبل پر پڑے فون کو نظر انداز کر کے اس نے اپنے سیل فون کا استعمال کیا تھا۔

"تیمور! مم...... میرے روم میں آؤ۔"

"مجھے تم سے ضروری بات کرنا ہے۔" اپنی بے بسی پر سارہ کی زبان لڑکھڑا گئی تھی۔

تیمور کو پیغام دے کر اس کا جواب سنے بغیر اپنا سیل فون آف کر دیا تھا۔

اپنی پریگننسی رپورٹ ٹیبل سے اٹھا کر وہ ریوالونگ چیئر سے اٹھ کر کمرے میں ادھر ادھر ٹہلنے لگی تھی۔ تقریباً پانچ منٹ بعد تیمور ہلکی سی دستک دے کر اس کے روم میں داخل ہوا تھا۔

"جناب! آپ تو ہماری شکل دیکھنے کی روادار نہیں پھر یہ اپنے کمرے میں کیسی دعوت خاص دی جا رہی ہے۔"

دروازہ بند کر کے تیمور بڑے فریش سے انداز میں اس کی سمت بڑھا لیکن اس کی متورم آنکھیں اور لال بھبھوکا چہرہ دیکھ کر ٹھٹکا تھا۔

"کیا ہوا سارہ؟" اس کے قریب آ کر فکر مندی سے گویا ہوا تھا۔

Please register!
Visual Watermark

سارہ نے پانیوں سے بھری آنکھیں اس کی سمت اٹھائیں اور ہاتھ میں پکڑی رپورٹ تیمور کو تھما کر اس کی سمت سے رخ موڑ لیا۔ فطری حیا نے اس کی زبان پر تالے ڈال دیے تھے وہ کیسے یہ خبر اپنی زبان سے تیمور کو بتاتی۔

تیمور نے اس کی حرکات وسکنات کو دیکھتے ہوئے سفید لفافے پر نظر ڈالی جس پر اسپتال کے نام کے علاوہ مسز تیمور ملک لکھا ہوا تھا۔ کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں اس نے لفافے سے رپورٹ نکال کر پڑھنا شروع کی تو چند لمحوں کے لیے اس کے حواس بھی گم ہو گئے لیکن پھر قدرے ریلیکس ہوتے اس کی پشت کو دیکھنے لگا۔

”یار مجھے باپ بننے کی کس قدر پیاری خبر دے رہی ہو اور وہ بھی رو دھو کے۔“ تیمور نے بڑی نرمی سے کہتے ہوئے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا۔

”تیمور۔“ اس کا انداز گفتگو سارہ کو شرم و کوفت میں مبتلا کر گیا۔ وہ بھپر کر اس کی سمت پلٹی تھی۔ لیکن تیمور کے چہرے پر بلا کی طمانیت میں صاف لکھا تھا کہ جیسے وہ یہی چاہتا تھا۔

”گھٹیا انسان میں تمہیں قتل کر دوں گی۔“ آگ بگولہ ہوتے ہوئے سارہ اس پر جھپٹ پڑی تھی۔

”تت..... تم نے میری نسوانیت، میرا وقار سب کچھ داؤ پر لگا دیا ہے۔ تم نے میرے وجود کی دھجیاں اڑا دی ہیں..... تم نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا۔ تیمور۔“ وہ ہذیانی انداز میں چیختی بلکتی اس کے فولادی سینے پر مکے برسانے لگی تھی۔

”سارہ! سارہ..... ہوش میں آؤ کیا پاگل پن ہے یہ۔“ تیمور چند لمحے تو خاموشی سے اس کے جاہ وجلال کو دیکھتا رہا پھر مجبوراً اس نے سارہ کو جھنجھوڑتے ہوئے اس کے دونوں ہاتھ مضبوطی سے تھام لیے تھے۔

سارہ یکلخت خاموش ہوئی تھی لیکن آنکھوں سے گویا اشکوں کا سیلاب جاری تھا۔

”میری ایک بات غور سے سن لو۔ میں نے نہ تو کوئی گناہ کیا ہے اور نہ ہی ڈاکا ڈالا ہے۔ جس پر میں شرمندہ ہو جاؤں..... بیوی ہو تم میری۔ تمہاری ذات پر پورا پورا استحقاق رکھتا ہوں۔“ سارہ کے دونوں ہاتھ مضبوطی سے تھامے تیمور نے غصے میں غراتے ہوئے اسے بہت کچھ جتایا تھا۔

”لیکن اس معاشرے میں رہنے کے بھی کچھ قاعدے اور اصول ہیں جنہیں تم نے توڑا ہے۔“ اس کی دلیل سن کر سارہ کے اندر اک اشتعال اٹھا تھا۔ وہ چیخ اٹھی تھی۔

”وہ قاعدے اصول تم نے مجھے توڑنے پر مجبور کیا تھا۔ میں نفس کا غلام نہیں ہوں سارہ بیگم ویسے اب کیا خیال ہے تمہارا ڈائیورس کے بارے میں.....“ تیمور نے بھی غصے میں بھڑکتے اس کے زخموں پر نمک چھڑک دیا تھا۔

”اللہ کرے تم مر جاؤ تیمور۔“ اس کی بات سن کر سارہ کے دل میں اک درد کی لہر اٹھی تھی۔ وہ تڑپ کر پھر بلکنے لگی تھی۔

”اس میں بھی سراسر تمہارا نقصان ہے۔ تم بیوہ ہو جاؤ گی۔“ اس کی بددعا پر تیمور کے ہونٹوں پر بڑی بے ساختہ مسکراہٹ آئی تھی۔ اس نے سسکتی سارہ کو یکلخت اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا۔ اس کے آنسو تیمور کا کشادہ سینہ بھگو رہے تھے اور وہ اسے سرگوشیوں میں ریلیکس ہونے کو کہہ رہا تھا۔

اور پھر وہ ہو گیا جو تیمور ملک چاہتا تھا۔ شادی کی تیاری دونوں طرف سے مکمل ہو چکی تھی۔ تیمور کی ساری فیملی ساہیوال سے لاہور آ گئی تھی۔ یوں چند ہی دنوں میں بڑی دھوم دھام سے سارہ رخصت ہو کر ملک ہاؤس آ گئی۔ اس کے انتقام پر تو تیمور نے پانی پھیر دیا تھا۔ اس کے پاس سوائے خاموشی کے کوئی چارہ نہیں تھا لیکن یہ طے تھا کہ تیمور کے ساتھ سارہ جلال نے کوئی مصلحت نہیں کرنی۔

تیمور بہت آہستگی سے دروازہ کھول کر اپنی خواب گاہ میں داخل ہوا تھا لیکن اندر اس کا استقبال جس انداز میں ہوا تھا وہ تیمور کے لیے غیر متوقع نہیں تھا بلکہ وہ اس اہم

SkorpiO
FriendsKorner

Please register!
Visual Watermark

دن کے لیے خود کو دلہن کی صورت پر بہت زوروں سے تیار کر چکا تھا۔ دروازہ لاک کر کے وہ دبیز کارپٹ پر قدم اٹھاتا بیڈ کے نزدیک آ کھڑا ہوا تھا۔

لباس فاخرہ سے خود کو آزاد کیے اس وقت وہ سادہ سے گلابی کاٹن کے سوٹ میں اپنے ملکوتی حسن سمیت بیڈ پر کروٹ کے بل بے خبر سو رہی تھی۔ انداز بھی ایسا جس میں کسی ڈر خوف کا شائبہ تک نہیں تھا۔ اسے بغور دیکھتے تیمور کے تصور میں اس کا دلہن کا روپ آ گیا۔ آج وہ دلہن بنی کس قدر حسین لگ رہی تھی۔ یہ کوئی تیمور سے پوچھتا کہ اس کی نظر اس دشمن جان کو دیکھ دیکھ کر سیر نہیں ہو رہی تھی حالانکہ آج وہ خود بھی اپنی ڈشنگ پرسنالٹی سمیت غضب ڈھا رہا تھا۔ بے جی نے تو بیٹے اور بہو کی نہ جانے کتنی بار نظر اتاری تھی۔

تیمور کا جی چاہا کہ اسے جھنجوڑ کر اٹھائے اور اپنی محبت اور عشق کی بے تابیوں کی کہانی سنائے لیکن وہ مجبور تھا اک گہرا سانس لیتے اس نے آگے بڑھ کر بیڈ سائیڈ دراز کھول کر میرون کلر کا ایک کیس نکالا اور پلٹ کر سارہ کی پائنتی آ گیا۔ پھر کچھ سوچ کر بیڈ کے کونے پر ٹک گیا۔ میرون کیس کھولا تو اس میں وائٹ گولڈ کی انتہائی نفیس اور نازک سی زنجیر دو پازیبوں کی صورت میں موجود تھیں جن میں گھنگروؤں کے بجائے چھوٹے چھوٹے سفید ہی نگ لگے ہوئے تھے۔ تیمور نے بڑی چاہ سے اس کے لیے یہ رونمائی کا تحفہ خریدا تھا۔ اس کی نظریں سارہ کے پیروں کی سمت اٹھی تھیں۔ کیونکہ گلے گلابی پیروں پر مہندی کے خوب صورت گل بوٹوں نے عجیب بہار دکھائی ہوئی تھی۔

تیمور نے بہت آہستگی سے اس کے دونوں پیروں میں پازیبیں پہنا دیں۔ وہ اتنی گہری نیند میں تھی کہ ذرا سا بھی نہیں کسمسائی تھی۔ پازیبیں اس کے پیروں میں سج گئی تھیں۔ تیمور نے اک بھرپور نگاہ ڈالی اور بیڈ سے اٹھ کر کھڑا ہوا تھا۔

صبح جب سارہ بیدار ہوئی تو اسے جہازی سائز بیڈ کا دوسرا کونا خالی نظر آیا تھا۔ وہ ایک دم چونکی تھی۔ کروٹ بدلی تو اس دشمن جان کو ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے کے سامنے پایا۔ سفید کلف لگا کاٹن کا شلوار سوٹ زیب تن کیے وہ گیلے بالوں میں برش چلا رہا تھا۔

"صبح بخیر زندگی۔" ڈریسنگ کے آئینے سے تیمور نے سارہ کو جاگتے دیکھ کر اس کی سمت بڑی جاندار مسکراہٹ اچھالی تھی۔

سارہ نے بڑی ناگواری سے اس کی سمت دیکھا تھا۔

"دس بج رہے ہیں۔ اب اٹھ جاؤ کیونکہ میری شریر بھابیاں صبح سے دو بار دروازہ بجا چکی ہیں۔" وہ برش رکھ کر سارہ سے بڑے لگاوٹ بھرے انداز میں مخاطب ہوتا بیڈ کے کونے پر ٹک گیا تھا۔

اس کے انداز نشست کو دیکھ کر سارہ اپنے پیر سمیٹتی فوراً اٹھ بیٹھی تھی۔ یکلخت اس کی نظر اپنے پیروں پر پڑی تو وہ چونک اٹھی۔ یہ زیور تو اس نے نہیں پہنا تھا۔ وہ الجھی تھی۔

"یہ تمہاری رونمائی ہے۔ اب دیکھو ناں میں رات میں تمہیں جگا دیتا تو یقیناً بیڈ روم میں طوفان برپا ہو جاتا۔" اس کے خوابیدہ حسن کو آنکھوں میں جذب کرتا تیمور انتہائی شریر دکھائی دے رہا تھا۔

"کیا ضرورت تھی اس ڈرامے کی؟" سارہ نے اس کی سمت طنزیہ انداز میں دیکھا۔ شلوار سوٹ میں سارہ نے اسے بہت کم دیکھا تھا لیکن یہ لباس بھی اس کی پرسنالٹی پر بہت جچتا تھا۔ نگاہ جھکا کر وہ فوراً ان پازیبوں کے لاک کھولنے لگی لیکن وہ اس قدر مضبوط تھے کہ سارہ کی کوشش بیکار گئی۔

"یہ لاک اب کوئی جیولر ہی کھول سکتا ہے۔ مائی ڈیئر۔" تیمور نے اس کے دونوں حنائی ہاتھ تھام کر اپنے ہونٹوں سے لگائے تھے۔ اسی وقت دروازہ ایک بار پھر بجا تھا اور بجانے والے اب کوئی رعایت دینے کے موڈ میں نہیں تھے۔ تیمور نے فوراً اس کے ہاتھ چھوڑے اور اٹھ کر دروازے کی سمت بڑھا۔ دروازہ کھلا تو اس کی دونوں بھابیاں رابعہ اور شائلہ معنی خیز انداز میں مسکراتی ہوئی کھڑی تھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ دونوں تیمور کی درگت بناتیں

SkorpiO
FriendsKorner
Please register!
Visual Watermark

وہ انہیں اندر آنے کا راستہ دے کر فوراً بیڈروم سے باہر نکل گیا اور وہ دونوں ہنستی ہوئی سارہ کی سمت بڑھیں۔

اور پھر ان دونوں کے شب وروز اسی طرح گزرنے لگے تھے۔ اس دن بھی ڈائننگ ٹیبل پر ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد تیمور اسپتال کی تیاری کے لیے دوبارہ بیڈروم کی سمت بڑھا تھا۔ (جاتے جاتے اس نے سارہ کے اطمینان کو بغور دیکھا جو ناشتے کے ساتھ ساتھ اخبار بینی میں مصروف تھی لیکن چہرے پر نقاہت دکھائی دے رہی تھی) کچھ دیر بعد وہ تیار ہو کر بیڈروم سے باہر نکلا تو سارہ کو ڈائننگ ٹیبل پر ہنوز اسی مصروفیت میں پایا۔

"اسپتال نہیں چلنا کیا؟" رات سے اس کا موڈ بے حد بگڑا ہوا تھا لیکن اس کے باوجود تیمور کو ہی اسے مخاطب کرنا پڑا۔ یہ اس کی مجبوری تھی۔

"میں آج ریسٹ کروں گی۔" سارہ کا لہجہ بے حد سپاٹ تھا۔ اس نے اخبار سے نظریں اٹھاتے ہوئے تیمور کو جواب دیا تھا۔

❀❀❀

ناشتہ تو وہ کر چکی تھی ملازموں کو معمول کے کام اور دوپہر کے کھانے کا مینو بتا کر اپنے بیڈروم میں آ گئی پھر کچھ سوچ کر تیمور کی اسٹڈی میں آ گئی جو بیڈروم سے متصل تھی۔ آج پہلی بار اس نے اسٹڈی روم میں قدم رکھا تھا۔ اس کی اسٹڈی میں میڈیکل سے متعلق بے حد نایاب اور قیمتی بکس تھیں۔ سارہ تو خود مطالعے کی بے حد شوقین تھی۔ اس نے ایک ریک سے کتاب نکالی تھی لیکن کتاب کے ساتھ ایک سیاہ کور کی ڈائری بھی اس کے ہاتھ میں آ گئی۔ موٹی سی کتاب کو سنبھالتے ڈائری اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر کارپٹ پر گر گئی تھی۔ سارہ نے کتاب کو سینٹر ٹیبل پر رکھا اور جھک کر ڈائری اٹھا لی لیکن کھلی ڈائری پر جگہ جگہ اپنا دیکھ کر وہ ٹھٹکی تھی۔

"کیا تیمور ڈائری لکھتا ہے؟" سارہ نے بڑبڑاتے ہوئے صفحہ پلٹا۔

اس نے یہ سلسلہ کالج کے دور سے شروع کیا ہوا تھا لیکن یہ کیا ڈائری کے ہر صفحے پر سارہ کا ذکر تھا۔ سارہ کی تو عجیب حالت ہو رہی تھی۔ کتاب پڑھنا بھول بھال گئی۔ ڈائری تھامے وہ اسٹڈی روم سے نکل کر فوراً اپنے بیڈروم میں آ گئی تھی۔ وہ اس ڈائری کو شروع سے تفصیل سے پڑھنا چاہتی تھی۔ تجسس لیے صوفے پر بیٹھ کر سارہ نے ڈائری کا پہلا صفحہ کھولا تھا۔

یہ ڈائری تسلسل سے نہیں لکھی تھی بلکہ اپنی زندگی کے اہم اوقات لکھے ہوئے تھے۔

25 دسمبر

انکل جلال کی فیملی کا ہمارے گھر بچپن سے آنا جانا تھا۔ اکثر بچوں کی چھٹیوں میں انکل اور آنٹی شہناز بچوں سمیت ساہیوال ہمارے گھر آتے اور کبھی اباجی کے ساتھ ہم لوگ لاہور ان کے گھر جاتے تھے۔ اباجی اور انکل جلال کی دوستی مثالی تھی۔ سارہ کانچ کی گڑیا کی مانند تھی۔ بچپن سے ہی وہ مجھے بہت اچھی لگتی تھی۔ میں عمر میں اس سے تین سال بڑا تھا۔ وہ جب بھی حویلی آتی میں اس کو خوب گود میں اٹھائے اٹھائے پھرتا لیکن وہ خوب چیخیں مار مار کر رونا شروع کر دیتی۔ ایسے میں بی جی مجھے خوب ڈانٹ ڈپٹ کر کے سارہ کو میری گود سے لے لیتیں۔ جبکہ آنٹی شہناز کہتیں کہ یہ نئے لوگوں سے بہت کم مانوس ہوتی ہے۔ خیر بچپن ہمارا اسی طرح گزر گیا۔

4 اپریل

یہ ان دنوں کی بات ہے جب محمود لالہ کی شادی تھی۔ سارہ میٹرک میں تھی اور میں سیکنڈ ایئر میں تھا۔ وہ اپنی فیملی کے ساتھ محمود لالہ کی شادی میں آئی تھی بچپن کی سارہ اور جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے والی سارہ میں بہت زیادہ فرق تھا۔ وہ جو اک کلی کی مانند ہوا کرتی تھی اب کھلا ہوا گلاب بن چکی تھی۔ سارہ شوخ وچنچل ضرور تھی لیکن اس کا انداز بہت لیے دیے قسم کا تھا۔ اچھی تو وہ مجھے بچپن سے لگتی تھی لیکن اس اچھے لگنے کا مطلب مجھے اب سمجھ میں آیا تھا۔ میں سارہ سے محبت کرنے لگا تھا۔ جتنے دن وہ محمود لالہ کی شادی کے سلسلے میں حویلی میں رہی مجھے اس کے چہرے

SkorpiO FriendsKorner

Please register! Visual Watermark

پرنولفٹ کا بورڈ ہی نظر آیا تھا۔ محمود لالہ کی شادی کے ایک سال بعد بلال بھائی کی بھی شادی ہوگئی۔ اس شادی میں بھی سارہ کا رویہ میرے لیے نولفٹ والا ہی تھا۔ تغافل اس کی عادت تھی یا پھر وہ مجھے دیکھ کر یہ انداز اپناتی تھی میں دل مسوس کر رہ گیا تھا۔

25 اپریل

میں کمپیوٹر لائن جوائن کرنا چاہتا تھا لیکن جب میں نے سنا سارہ میڈیکل لائن جوائن کر رہی ہے تو میں نے بھی لاہور کے اسی میڈیکل کالج میں داخلہ لیا جس میں سارہ نے لیا تھا۔ میری رہائش کا بھی کوئی مسئلہ نہیں تھا کیونکہ منصور لالہ آرمی میں میجر تھے اور آج کل ان کی پوسٹنگ لاہور میں تھی۔ میں انہی کے پاس شفٹ ہوگیا۔ مجھے میڈیکل کالج میں دیکھ کر سارہ کو کوئی خوشی نہیں ہوئی تھی۔ ابھی ہمیں ایک ماہ ہوا تھا کلاسز اٹینڈ کرتے کہ اچانک سارہ کی امی کو ہارٹ اٹیک ہوا اور وہ اس دار فانی سے کوچ کر گئیں۔ ظاہر ہے اس کی فیملی بحیثیت ہماری فیملی کو بھی اس غم سے دھچکا لگا تھا۔ سارہ تو کئی دنوں تک کالج نہیں آئی تھی۔

15 جولائی

وقت بہت تیزی سے گزر رہا تھا۔ سارہ کا رویہ مجھے بے حد "ڈس ہارٹ" کر رہا تھا۔ کلاس فیلو ہونے کے باوجود اس کی میرے ساتھ برائے نام علیک سلیک تھی حالانکہ اس کی دوست ثانیہ کا رویہ میرے ساتھ بہت اچھا تھا۔ اس کے سرد رویے کو دیکھتے میں سارہ کو جلانے کے لیے کالج کی دوسری لڑکیوں میں دلچسپی لینے لگا اور پھر میری شخصیت تو تھی ہی ایسی پرکشش کہ میں جس لڑکی کی سمت نظر اٹھاتا وہ ازخود میری طرف کھنچی چلی آتی لیکن میری ان سرگرمیوں کا سارہ پر کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ وہ مجھ سے اور زیادہ برگشتہ نظر آنے لگی تھی۔

اسی دوران ایک عجیب واقعہ ہوا۔ کالج میں کسی نے سارہ کو میرے نام سے محبت نامے لکھنے شروع کر دیے۔ پھر جب بات کھلی تو منصور لالہ تک پہنچ گئی میری اور سارہ کی خوب لڑائی ہوئی کیونکہ میں بے قصور تھا۔ میں نے سارہ کو محبت نامے نہیں لکھے تھے۔ لیکن اس نے منصور لالہ کے سامنے مجھے ہی مجرم بنایا تھا۔ لیکن پھر یہ بھید بھی بہت جلد کھل گیا یہ محبت نامے ہماری کلاس کے کاشف کے شریر گروپ نے لکھے تھے۔ یہ سچائی بھی میں نے سارہ کے سامنے لا کھڑی کی تھی اصل مجرم کو دیکھ کر وہ میرے سامنے کافی شرمندہ ہوئی تھی۔ میں یہاں سرخ رو ہوگیا تھا۔ پھر سارہ نے منصور لالہ کے سامنے بھی مجھے سرخ رو کیا تھا کیونکہ اس واقعہ کے بعد وہ مجھ سے ناراض تھے اور پھر میرے کہنے پر کاشف کے سارے گروپ نے سارہ سے معذرت کی تھی۔ یوں یہ قصہ تمام ہوا تھا۔

اس معاملے کی وضاحت کے بعد میں اس خوش فہمی میں مبتلا ہوگیا تھا کہ سارہ مجھ سے سوری کرے گی لیکن وہ لڑکی نہ جانے کس مٹی کی بنی ہوئی تھی۔ اس نے مجھ سے سوری نہیں کی لیکن میرے اندر کی سرد مہری اب ختم ہوگئی تھی لیکن میں بھی اس کے آگے جھکا نہیں اگر وہ اپنے کام سے کام رکھنے والی بات کرتی تھی تو اب میں نے بھی خود پر ایسا ہی خول چڑھا لیا تھا لیکن اسے جلانے کی سرگرمیاں نہیں چھوڑی تھیں۔

15 اگست

کالج میں یہ ہمارا آخری سال تھا۔ فائنل ایگزامز ہو گئے اور رزلٹ آنے کے بعد ہاؤس جاب کے دوران ہم پھر اکھٹے ہوگئے۔ یہاں بھی سارہ کا رویہ میرے ساتھ ہنوز ویسا ہی تھا۔ وہ زیادہ تر ثانیہ کے ساتھ ہی نظر آتی تھی البتہ ثانیہ کا رویہ میرے ساتھ دوستانہ ہی تھا۔ اسپتال کے بڑے بڑے سرجن ڈاکٹرز کے درمیان میں اپنی ذہانت کی وجہ سے کافی مقبول ہوگیا تھا۔ لیکن کچھ فی میل ڈاکٹرز تو میری سحر طرز شخصیت کے سحر میں گرفتار ہوگئی تھیں۔ انہی میں سے ایک ڈاکٹر شرمین تھیں جو ہر وقت میرے اردگرد منڈلاتی تھی اور میں بھی اسے خوب لفٹ کرواتا تھا۔

پھر انہی گزرتے دنوں میں اسپتال میں سارہ کے ساتھ ایک عجیب حادثہ پیش آیا۔ ایک مریضہ کی موت (جو

SkorpiO FriendsKorner
Please register! Visual Watermark

زہر کھانے سے ہوئی تھی) اس کے بھائی اس کا جھوٹا ڈیتھ سرٹیفکیٹ سارہ سے گن پوائنٹ پر بنوانے کی کوشش کر رہے تھے اور یہ ساری کارروائی سرجن عارف کمال کے روم میں ہو رہی تھی اور اس وقت سرجن عارف کمال اپنے روم میں موجود نہیں تھے۔ صرف سارہ تھی جو ان نوجوانوں کے نرغے میں پھنسی آنسو بہا رہی تھی۔ یہاں بھی میں نے سارہ کو بچایا تھا۔

8 ستمبر

آج کل میں دیکھ رہا تھا سارہ بے حد خاموش خاموش سی نظر آرہی تھی۔ اس کے انداز میں میرے لیے جو ہر وقت ایک تناؤ نظر آتا تھا۔ مجھے اس میں لچک سی نظر آرہی تھی اور پھر ایک دن وہ مجھ سے اکیلے میں اپنی تمام غلطیوں پر سوری کرنے آگئی تھی۔ سارہ جلال اور مجھ سے سوری اس وقت تو میرے چودہ طبق روشن ہوگئے تھے لیکن میں اسے پہلی بار معاف کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ اس لیے سارہ کو خوب سنا کر وہاں سے اٹھ گیا اور وہ جو کبھی مجھے چھوڑتی نہیں تھی اس وقت خاموشی سے دیکھتی رہ گئی۔

20 اکتوبر

میرا رویہ دیکھ کر اس دن کے بعد سارہ کی مجھ سے دوبارہ بات کرنے کی ہمت نہیں ہوئی لیکن ایک بات میں نے شدت سے محسوس کی تھی کہ سارہ مجھے ڈاکٹر شرمین کے ساتھ دیکھ کر بری طرح جل جاتی تھی۔ اسے ایسی حالت میں دیکھ کر گونا گوں سکون ملتا تھا اور پھر ہوا یوں کہ ہمیں ملانے کا محرک بھی ڈاکٹر شرمین ہی بنیں۔ آنسو بہاتے وہ سارہ کا "اعتراف محبت" میرے روم روم کو سرشار کرتا گیا اور اب میں نے بھی اپنا دل کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔ میں نے صرف محبت کی ہے تو سارہ نام کی لڑکی سے۔ باقی سب تو اس تک پہنچنے کے مہرے تھے۔

ہم دونوں ایک دوسرے کی محبت پا کر بے حد خوش تھے البتہ ثانیہ نے ہماری خوب کلاس لی تھی پھر انہی گزرتے دنوں میں ہم نے اپنے مستقبل کی پلاننگ بھی کرلی تھی۔ ہاؤس جاب ختم ہوگیا تھا میں نے سارہ سے کہہ دیا تھا کچھ ہی دنوں میں ابا جی اور بے جی میرا پروپوزل لے کر آجائیں گے۔ میری بات سن کر سارہ نے شرما کر سر جھکا دیا تھا اس کا یہ دلکش روپ میں نے اپنی آنکھوں میں جذب کرلیا تھا۔

منصور لالہ کی بھی چھٹیاں تھیں میں انہی کے ساتھ ساہیوال آگیا۔ ہم دونوں بھائیوں کو اکٹھا دیکھ کر بے جی بے حد خوش نظر آئیں۔ میں بے جی سے اکیلے میں سارہ کے متعلق بات کرنا چاہتا تھا لیکن دو دن سے مجھے ایسا موقع نہیں مل رہا تھا۔ خیر اس رات مجھے بے جی سے بات کرنے کا موقع مل گیا۔ بے جی اس وقت اپنی خواب گاہ میں اکیلی تھیں۔ ابا جی کسی رشتے دار کی عیادت کو گئے ہوئے تھے۔ میں خواب گاہ میں داخل ہونے لگا تھا لیکن مجھ سے پہلے وہاں پر منصور لالہ موجود تھے۔ بے جی ان سے ہمیشہ کی طرح شادی کرنے پر زور دے رہی تھیں۔

(خواب گاہ کا دروازہ تھوڑا سا کھلا تھا اور آگے دبیز پردے گرائے ہوئے تھے۔)

SkorpiO
FriendsKorner

اور میں سوچ رہا تھا کہ منصور لالہ ہمیشہ کی طرح شادی کے لیے انکار کردیں گے لیکن اس وقت میری نظروں کے سامنے زمین و آسمان گھوم گئے جب منصور لالہ نے سارہ جلال احمد کا نام شادی کے لیے لیا۔ میں خواب گاہ کے اندر داخل ہوتے ہوتے رہ گیا۔ بے جی مارے خوشی کے رونے لگی تھیں۔ ان کی دعائیں قبول ہوگئی تھیں۔ آخر ان کا بیٹا اتنے سالوں بعد شادی پر راضی ہوگیا تھا۔ وہ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کر رہی تھیں کہ آج ان کا بیٹا اس بے وفا عورت کی یادوں سے باہر نکل آیا تھا۔ میں تیمور ملک ان چند لمحوں میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کھو بیٹھا تھا۔ لیکن پھر خود کو سنبھالا۔ میرا بھائی میری محبت کو اپنا شریک سفر بنانا چاہتا ہے تقریباً دس سال بعد وہ شادی کے لیے راضی ہوئے تھے۔ ایسے میں مجھے کیا کرنا چاہیے تھا۔ کیا خود غرض بن جاؤں یا پھر قربانی دے دوں۔ دل نے خود غرض بن جاؤ لیکن دماغ نے فوراً نفی کرتے قربانی دینے کا حکم دیا۔ محبت پر خونی رشتہ غالب آگیا اور میں نے

Please register!
Visual Watermark

اپنی محبت سارہ جلال اپنے بھائی منصور لالہ کی جھولی میں ڈال دی اور ہونٹوں پر ہمیشہ کے لیے قفل لگا دیے۔

2 نومبر چھٹیاں ختم ہوتے ہی ہم دونوں بھائی لاہور واپس آ گئے۔ بے جی اور ابا جی کو منصور لالہ کی پسند معلوم ہو گئی تھی۔ اس لیے انہوں نے دیر نہیں کی بلکہ اسی ہفتے میں لاہور آ کر منصور لالہ کی منگنی کی رسم سارہ سے کر دی اور ساتھ ہی شادی کی تاریخ بھی رکھ دی گئی۔ تمام کام بخیر و خوبی انجام پا گیا۔ منصور لالہ کے چہرے پر میں نے ایک عرصے بعد طمانیت اور سکون دیکھا تھا۔ مجھے اسپشلائزیشن کے لیے نیویارک جانا تھا لیکن اب میں چاہتا تھا کہ جلد از جلد ملک چھوڑ دوں۔ شاید میں سارہ کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا اور اس سلسلے میں مجھے آج اسلام آباد جانا تھا۔ منصور لالہ کی منگنی کو آج دوسرا دن تھا اور میں نے کل سے اپنا موبائل آف رکھا ہوا تھا سارہ کی وجہ سے۔ منصور لالہ آفس جا چکے تھے اور میں بھی اسلام آباد جانے کی تیاری میں مصروف تھا۔ شام میں میری فلائٹ تھی کہ معاً سارہ گھر آ گئی میں اسے اپنے روبرو دیکھ کر بری طرح گھبرایا تھا۔ اس طرف تو میرا دھیان نہیں تھا کہ وہ مجھ سے ملنے بھی آ سکتی ہے۔ اک پریشانی کے عالم میں سارہ نے مجھے ساری رام کہانی سنائی تھی۔ ساتھ ہی مجھے یہ بھی بتایا کہ تمہارے گھر سے پروپوزل آ رہا ہے یہ خبر تو میرے گھر والوں نے مجھے ضرور بتائی تھی لیکن کس کا پروپوزل آ رہا ہے نہ انہوں نے مجھے نام بتایا اور نہ میں نے نام پوچھنے کی کوشش کی مجھے تو معلوم تھا کہ تمہارے گھر سے میرے لیے تمہارا ہی پروپوزل آ سکتا ہے۔ وہ مجھ سے کہہ رہی تھی۔

"تیمور! یہ سب کیسے ہو گیا...... کیا تم اتنے بے خبر تھے اور وہاں کی ہو رہی تھی۔"

اور میں نے جی کڑا کر اس وقت سارہ کو وہ سب کچھ بتا دیا جو میں نے ایک ہفتے سے سوچ رہا تھا۔ میں نے اس ... اپنی تذلیل کا بدلہ لیا ہے۔ جو آج تک وہ میرے ساتھ کرتی آئی تھی۔ اس انکشاف پر پہلے تو وہ بڑی بے یقینی سے میری طرف ہکا بکا انداز میں دیکھنے لگی پھر جو وہ بلک بلک کر روئی کہ مجھے خود کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ میں نے اپنی محبت سارہ کو اپنے بھائی پر قربان کر دیا تھا۔ میں یہ سچائی سارہ کو کیسے بتاتا...... میں نے سارہ کو اس وقت اتنی نفرت دکھائی کہ اس کے آنسو تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ اور میں یہی چاہتا تھا کہ سارہ مجھ سے بدگمان ہو کر اتنی نفرت کرے کہ منصور لالہ کے ساتھ اپنی نئی زندگی کی ابتدا کرتے اسے کوئی مشکل پیش نہ آئے لیکن ہائے رے میری قسمت نہ جانے کس وقت سے منصور لالہ لاؤنج کے دروازے میں کھڑے، ہم دونوں کی تمام باتیں سن رہے تھے۔ منصور لالہ بڑے غضبناک انداز میں میری طرف بڑھے اور کھینچ کر میرے گال پر طمانچہ رسید کیا۔ سارہ اس وقت وہاں سے فوراً نکلی تھی۔ میرا کھیل ختم ہو چکا تھا۔ اور اب منصور لالہ مجھے اپنی عدالت میں لیے کھڑے تھے اور میرے پاس سوائے خاموشی کے کچھ نہیں تھا۔

پھر انہوں نے مجھے فوراً ساہیوال چلنے کا حکم دیا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ ان کے دل میں کیا ہے۔ خیر ہم دونوں بھائی اسی دن ساہیوال پہنچ گئے۔ حویلی میں ہماری آمد پر سب ہی حیران ہو گئے تھے۔ منصور لالہ نے بغیر کسی لحاظ کے سب کے سامنے میرے اگلے پچھلے تمام ریکارڈ کھول دیے (جو کچھ میں آج تک سارہ کے ساتھ کرتا آیا تھا) ابا جی اور بے جی اور محمود لالہ سب لوگ میرے کارناموں پر حیران و پریشان دکھائی دے رہے تھے۔ ابا جی کا تو مارے غصے کے برا حال تھا۔ میں نے ان کے عزیز دوست کی بیٹی کے ساتھ دھوکہ کیا تھا۔ بے جی تو مارے دکھ کے خاموش تھیں۔ البتہ محمود لالہ بھی مجھے خوب لعنت ملامت کر رہے تھے۔ بقول ان کے تم جیسے بردبار شخص سے ہمیں ایسی حرکت کی امید نہیں تھی۔ منصور لالہ نے اسی وقت فیصلہ کن انداز میں کہہ دیا تھا کہ میں اس لڑکی سے کبھی شادی نہیں کروں گا جو میرے بھائی کو پسند

SkorpiO FriendsKorner
Please register!
Visual Watermark

کرتی ہے۔

"پتر...... پتر تیری شادی کا ارمان لیے تو میں قبر میں جا سوؤں گی۔" بے جی منصور لالہ کے اس واضح انکار پر رونے لگیں اور مجھے برا بھلا کہنے لگیں۔

میں مجرموں کی طرح سر جھکائے کھڑا تھا اگر میں اس وقت سچائی بیان کرتا تو کوئی بھی میری سچائی پر یقین نہیں کرتا بلکہ الٹا یہ کہا جاتا کہ میں اپنے آپ کو بچا رہا ہوں۔ میں ان سب کی نظروں میں جھوٹا تھا۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میری قربانی کا یہ صلہ ملے گا تو شاید میں ہزار بار سوچتا پھر کوئی قدم اٹھاتا۔

"بے جی! آپ روئیں نہیں میں شادی کروں گا۔ آپ خالہ جان کی شمائلہ کو میرے لیے مانگ لیں۔" میری سماعتوں نے منصور لالہ کی طرف دھیان دیا۔

"لیکن پتر اب سارہ کا کیا ہوگا۔ ہم جلال بھائی کو کیا جواب دیں گے۔" بے جی کے لہجے میں تفکر نمایاں تھا۔

"محمود کی ماں! اب سارہ سے تیمور شادی کرے گا، تاکہ اسے معلوم ہو کسی عورت کی عزت و حرمت سے کھیلنا آسان نہیں ہوتا۔" اباجی بڑے مطمئن انداز میں بے جی سے مخاطب ہوئے تھے۔

"اباجی! یہ...... یہ آ...... آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" اس ساری کارروائی میں میں نے پہلی بار لب کشائی کی تھی کیونکہ اباجی تو میرے سر پر بم گرا چکے تھے۔ یہ قدرت میرے ساتھ کیسا مذاق کر رہی تھی۔ میں روتا یا خوش ہوتا میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

"انکار کیا تو شوٹ کر دوں گا اپنے ہاتھوں سے تمہیں۔" اباجی غضبناک انداز میں کہہ کر کمرے سے نکل گئے تھے۔ کمرے میں موجود بے جی اور میرے دونوں بھائیوں نے بھی ان کی تقلید کی تھی۔ کسی نے ایک حرف بھی تسلی کا نہیں کہا تھا۔

5 نومبر

آج میرا سارہ سے نکاح ہوگیا۔ اباجی نے یہ سارے مرحلے کیسے طے کیے تھے۔ جلال انکل سے معذرت کی سب کچھ مجھے بے جی نے بتا دیا تھا۔ میں نکاح کے وقت پوری توقع لگائے بیٹھا تھا کہ سارہ ضرور انکار کر دے گی لیکن...... مشرقی بیٹیاں اپنے ماں باپ کی عزت پر قربان ہو جاتی ہیں اس بات کا اندازہ مجھے سارہ کی خاموشی میں ہوا تھا۔

12 نومبر

میں نے یہ سب بھائی کی محبت میں کیا یا پھر مجھ سے یہ سب جذباتیت میں ہوا۔ یہ سب سوچ سوچ کر میں ان چند دنوں میں پاگل ہوگیا تھا۔ میری اچھائی میرے لیے سب سے بڑی برائی بن گئی تھی۔ اور سب سے بڑھ کر سارہ جسے میں نے اپنی زندگی سے بڑھ کر چاہا تھا کیا وہ کبھی میری اس سچائی پر یقین کر لے گی نہیں...... کبھی نہیں...... اس آخری ملاقات میں جو نفرت اپنے لیے سارہ کی آنکھوں میں دیکھی تھی وہ میں کبھی نہیں بھول سکتا...... میری زندگی کانٹوں بھری راہ گزر پر آ گئی تھی۔ میرے اپنے مجھ سے ابھی تک خفا تھے حالانکہ میں گناہ گار نہیں تھا پھر...... نیویارک جانے سے قبل میں نے ان سب سے معافی مانگی تھی اور سب نے مجھے معاف کر دیا تھا۔ بے جی تو ماں تھیں انہوں نے مجھے خاص طور پر سارہ سے بھی معافی مانگنے اور اسے منانے کو کہا تھا۔ ان سے تو حامی بھر لی لیکن سارہ کا سامنا کرنے یا فون پر اس سے بات کرنے کی مجھ میں ہمت نہیں ہوئی اور میں اسی طرح نیویارک آ گیا۔

سارہ نے لرزتے ہاتھوں سے ڈائری کا صفحہ پلٹا لیکن آگے ساری ڈائری خالی تھی۔ شاید اس نے ڈائری لکھنا چھوڑ دی تھی۔

"تیمور۔" ایک عرصے بعد سارہ کے دل کی گہرائیوں سے یہ نام چاہت بن کر نکلا تھا۔ آنسو نہ جانے کب سے اس کے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔ اسے ہوش کب تھا۔ ڈائری کے انکشاف نے اسے اندر سے جھنجوڑ ڈالا تھا۔ سارے رازوں سے پردے اٹھ گئے تھے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے منظر بہت واضح ہو چکا تھا۔ دل ایک

SkorpiO FriendsKorner

Please register! Visual Watermark

خوشی کے عالم میں جھوم اٹھا تھا۔

معاً فون کی بیل پر سارہ چونک اٹھی۔ نگاہ سامنے دیوار پر لگے کلاک پر اٹھی تھی جو دوپہر کے دو بجا رہا تھا۔ وہ ڈائری پڑھنے میں اس قدر محو تھی کہ اسے وقت کا احساس ہی نہیں ہوا۔ سارہ نے صوفے سے اٹھ کر ڈائری پہلے بیڈ سائیڈ دراز میں رکھی پھر مسلسل بجتے فون کی سمت بڑھ گئی۔

"ہیلو۔" خود کو نارمل کرتے سارہ نے ریسیور کان سے لگایا تھا۔

"ڈاکٹر سارہ! سرجن تیمور ابھی کچھ دیر پہلے اسپتال سے گھر کے لیے نکلے تھے لیکن اسپتال کے نزدیک ہی ان کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔"

انہیکے اسپتال کے ڈاکٹر شاہد سارہ کو اطلاع دے رہے تھے۔ ڈاکٹر شاہد تیمور کے متعلق آگے بھی کچھ بتا رہے تھے لیکن اس دل دہلا دینے والی خبر کو سن کر ریسیور سارہ کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔

اسپتال کے یخ بستہ کاریڈور میں وہ بابا جان اور بلال احمد کے ساتھ کھڑی آنسو بہا رہی تھی۔ وہ دونوں سارہ کو حوصلہ دے رہے تھے۔ لیکن تفکر اور پریشانی ان دونوں کے چہرے سے ہویدا تھی کیونکہ تیمور آئی سی یو میں تھا بظاہر ایکسیڈنٹ میں اسے جسمانی چوٹ نہیں آئی تھی لیکن دماغ پر اندرونی چوٹ بہت شدید آئی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ کومے میں چلا گیا تھا اور یہی بات سارہ کو خطرے کا الارم دے رہی تھی۔ گو کہ عام شخص کو تو آئی سی یو میں جانے کی اجازت نہیں تھی لیکن سارہ تیمور کی اک جھلک دیکھنے کو بے قرار تھی۔ وہ اسے شیشے کی دیوار سے دیکھنے کے بجائے آئی سی یو میں گھس گئی۔ دو نیورو سرجن اور کچھ ڈاکٹرز کا اسٹاف تیمور کے بیڈ کے اردگرد کھڑا اسے ٹریٹ منٹ دے رہا تھا اور وہ بے حس بیڈ پر پڑا مختلف مشینوں کے ذریعے سانس لے رہا تھا۔

سارہ کو اپنا دل پھٹتا محسوس ہوا۔ جی چاہا چیخیں مار مار کر روئے لیکن بمشکل خود کو سنبھالا لیکن آنسوؤں کو نہ روک سکی معاً ڈاکٹر جاوید نے (جو اس کے بابا کے ہم عمر تھے) اسے شانوں سے تھاما اور آئی سی یو سے باہر لے آئے وہ اس کی دلی کیفیت سے واقف تھے۔

بابا جان نے ساہیوال بھی اطلاع دے دی تھی۔ شام تک اباجی اور بے جی اور محمود لالہ بھی اسپتال پہنچ گئے تھے۔ سارہ دوپہر سے بابا جان اور بلال احمد کے حوصلوں کے سہارے بیٹھی تھی لیکن بے جی کے گلے لگ کر وہ بری طرح روئی تھی۔ بے جی نے کمال ضبط سے اسے سنبھالا تھا۔ اباجی اور محمود لالہ نے بھی اسے پیار سے تسلی دی تھی لیکن اس کا دل نہ جانے کیوں تسلیوں سے نہیں بہل رہا تھا۔

یوں ایک دن گزر گیا تو دوسرا طلوع ہونے والا دن ان سب کے لیے اک نئی آس لے کر آیا تھا کہ شاید تیمور آنکھیں کھول دے۔ لیکن ہر آنے والا دن نئے دن کی آس دلا جاتا اور تیمور یونہی بے حس و حرکت پڑا تھا۔ سارہ کا بسیرا آج کل اسپتال میں ہی تھا۔ وہ گھر جانے کو تیار نہیں تھی۔ بے جی اس کے ساتھ تھیں۔ مرد حضرات بھی سارے ادھر ہی تھے۔ گھر سے رابعہ اور سمیعہ بھی تیمور کو روز دیکھنے آتی تھیں۔ سارہ کی حالت کسی سے دیکھی نہیں جاتی تھی لیکن کیا کہا جاتا اس کے سامنے پورے اہل خانہ کو اپنے حوصلے بلند رکھنے تھے۔

اس وقت بھی وہ آئی سی یو کی شیشے کی دیوار سے تیمور کو دیکھ رہی تھی۔ اندر سرجن جاوید اور سرجن اقبال زیدی تیمور کا چیک اپ کر رہے تھے۔ آج اسے نواں دن تھا کومے کی حالت میں۔ سرجن جاوید اور سرجن اقبال نے سارہ کو اندر آنے سے منع کیا تھا۔ کیونکہ اگر وہ اندر چلی جاتی تو اس کے آنسو خشک نہیں ہونے تھے۔ حالانکہ ڈاکٹرز تیمور کی طرف سے بہت پرامید تھے لیکن سارہ اپنے دل کا کیا کرتی جسے کسی پل قرار نہیں تھا۔ نہ جانے کیوں یہ خوف دل میں کنڈلی مارے بیٹھ گیا تھا کہ تیمور اس سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ تیمور کو دیکھتے دیکھتے اس کے ذہن کی اسکرین پر اس کی بے شمار محبتیں کسی فلم کی طرح چل رہی تھیں لیکن ان

SkorpiO
FriendsKorner

Please register!
Visual Watermark

محبتوں پر وہ اپنا ردعمل کیسے بھول سکتی تھی۔

"اللہ کرے...... تم مر جاؤ تیمور۔" ہاں یہی بددعا تو میں نے اسے دی تھی۔

"تم بیوہ ہو جاؤ گی اس میں بھی سراسر تمہارا نقصان ہو گا۔" تیمور نے بھرپور شرارت سے مسکراتے ہوئے اسے جواب دیا تھا۔

"اللہ نہ کرے ایسا کچھ ہو۔" سارہ نے زیرلب بڑبڑائی تھی۔ اس یاد نے اس کی روح کو لرزہ دیا تھا۔

وہ کون سی منحوس گھڑی تھی جب میری زبان سے یہ الفاظ نکلے تھے۔ خود کو کوستے سارہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امڈ آیا تھا۔

"تیمور! صرف ایک بار آنکھیں کھول دو۔" اس کی آنکھوں میں اس کے لہجے میں ہزار دعائیں تھیں۔

"صرف ایک بار۔" پیشانی شیشے کی دیوار سے ٹکائے وہ دھیرے دھیرے خود کلامی کر رہی تھی۔

اور پھر دسواں دن ان سب کی آزمائش کا آخری دن تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کی دعاؤں کو قبولیت کا شرف بخش دیا تھا۔ تیمور نے فجر کے وقت آنکھیں کھول دی تھیں۔ اک خوشی کی لہر تھی جو اسپتال کے ڈاکٹرز اور اس کے گھر والوں کے دلوں میں دوڑ گئی۔ اسی وقت اس کے گھر والوں نے شکرانے کے نوافل ادا کیے اور سارہ کو یوں محسوس ہوا تھا جیسے کسی نے اس کے مردہ تن میں جان ڈال دی ہو۔ سب ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے۔ اسپتال کے تمام ڈاکٹرز نے سارہ کو انفرادی طور پر مبارک باد دی تھی۔ منصور ملک کو بھی اسلام آباد اطلاع پہنچ گئی تھی۔ کیونکہ اس واقعے سے انہیں ابھی تک بے خبر رکھا تھا۔ خبر سن کر منصور ملک خفا ہوئے تھے کہ انہیں کیوں بے خبر رکھا تھا۔

سارے گھر والے اس کے بیڈ کے اردگرد کھڑے تھے لیکن سارہ ان سب کے درمیان نہیں تھی۔ نہ جانے اس میں اب تیمور کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ ڈاکٹرز نے تیمور کو ہوش میں آنے کے بعد بھی اسے فی الحال میڈیسن کے زیر اثر رکھا تھا۔ جلد ہی وہ ایک بار پھر غنودگی میں چلا گیا اور سارہ نے اس کی نیند کے دوران روم میں قدم رکھا تھا۔

دو دن وہ اسپتال میں رہا اور ان دو دنوں میں سارہ اس کے روم میں اس وقت ہی جاتی جب وہ نیند میں ہوتا تھا۔ منصور ملک فون پر روز بھائی کی خیریت پوچھتے۔ وہ کچھ آفیشل کاموں میں پھنسے ہوئے تھے اسی لیے آنے میں دیر ہو رہی تھی۔

تیسرے دن تیمور ڈسچارج ہو کر اپنے گھر آ گیا تھا۔ کمزوری اور نقاہت کی چھاپ اس کے لمبے چوڑے وجود پر نمایاں نظر آ رہی تھی۔ خیر ابھی ڈائٹ لینے سے یہ سب تو ٹھیک ہو جانا تھا لیکن وہ ایک دم سے خاموش ہو گیا تھا۔ اپنے گھر والوں کے درمیان تو پھر بھی خوش باش نظر آتا تھا لیکن سارہ کی طرف بھولے سے بھی نظر نہیں اٹھاتا تھا اور یہی بات سارہ کو کھٹک رہی تھی۔ حالانکہ وہ اس طرح سے خیال رکھ رہی تھی لیکن دوسری طرف سے کوئی رسپانس نہیں مل رہا تھا۔ ایک بیڈ روم میں آج کل وہ دونوں اجنبیوں کی طرح رہ رہے تھے۔ پہلے تو تیمور کی طرف سے چھیڑ چھاڑ ہوتی تھی لیکن اب ایک جامد خاموشی تھی اور سارہ اب اس کی طرف پیش قدمی کرتے اور اس کو حقیقت بتاتے جھجھک رہی تھی۔ عجیب ٹینشن میں وہ مبتلا تھی۔ پھر اسے صحت مند ہوتے دیکھ کر۔

پانچویں دن ابا جی محمود لالہ رابعہ بھابی تو ساہیوال کے لیے روانہ ہو گئے لیکن بے جی بیٹے کے پاس رک گئی تھیں۔ تیمور نے بھی انہیں روک لیا تھا۔

دوسری صبح منصور ملک بھی اچانک پہنچ گئے۔ بے جی اور سارہ سے سلام دعا کرنے کے بعد وہ تیمور کو کتنی دیر سینے سے لگائے کھڑے تھے۔

"یار! تم نے تو ڈرا ہی دیا تھا۔ میں اپنے آفیشل کاموں میں بری طرح پھنسا ہوا تھا ورنہ میں نے تو اسی دن آ جانا تھا جس دن مجھے خبر ہوئی تھی۔" وہ تیمور کو سینے سے لگائے اپنی مصروفیت بتا رہے تھے۔

SkorpiO FriendsKorner
Please register! Visual Watermark

"کوئی بات نہیں لالہ! آپ کی مصروفیت میں سمجھتا ہوں۔ اور پھر آپ لوگوں کی دعاؤں نے تو مجھے بچا لیا ہے۔" بھائی سے الگ ہوتے تیمور کے چہرے پر بڑی نرم مسکراہٹ تھی۔ اور بے جی کے ساتھ کھڑی سارہ کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ یہ بات اسے ہی جتا رہا ہے۔ سرمئی کلر کے شلوار سوٹ میں، ہلکی ہلکی بڑھی ہوئی شیو میں بھی اس کی شخصیت بے حد پرکشش دکھائی دے رہی تھی اور جب وہ بک سک سے تیار ہوتا تو کئی دلوں کی دھڑکن بن جاتا ہوگا لیکن اب یہ شاندار شخص صرف میرا ہے...... اس کی بات پر افسردہ اور اپنی سوچ پر مسرور ہوتے سارہ کی دھڑکنوں نے بڑا مدھر سر بجایا تھا۔

"بھئی سارہ! اچھا سا ناشتہ کرواؤ...... یہ پلین والوں کا ناشتہ بھی کوئی ناشتہ ہوتا ہے۔" تیمور کے ساتھ نشست سنبھالتے ہوئے منصور ملک بڑی بے تکلفی سے سارہ سے مخاطب ہوئے تھے۔

"جی لالہ! ابھی بنواتی ہوں...... تیمور نے بھی ناشتہ نہیں کیا ہے۔" کیونکہ آج کل وہ دیر سے اٹھتا تھا اور یہ ساس بہو فارغ ہو جاتی تھیں ان کی بے تکلفی سارہ کو پسند آئی تھی۔ انہیں جواب دیتے وہ کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

کچن میں خانساماں تھا لیکن وہ خود جا کر اس کے ساتھ مصروف ہو گئی اور تقریباً بیس منٹ میں اس نے ناشتے میں انواع واقسام کی چیزیں بنا لیں۔ اسے معلوم تھا منصور ملک کھانے پینے کے شوقین ہیں لیکن اس کھانے پینے کے شوق نے ان کی پرسنالٹی پر کوئی اثر نہیں ڈالا تھا۔ ایک تو وہ فوجی بندے تھے فٹنس کا بے حد خیال رکھتے تھے۔ دو بیٹوں کے باپ بننے کے بعد آج بھی وہ گریس فل دکھائی دیتے تھے۔ ناشتہ ڈائننگ ٹیبل پر لگا کر ان سب کو ڈائننگ ہال میں لے آئی تھی۔ خود ایک بار کچن میں گھس گئی۔ خانساماں کو دوپہر کے کھانے کا مینو سمجھانے لگی۔ کچن کی ایک کھڑکی ڈائننگ ہال کی طرف بھی کھلتی تھی۔ بھائی کے ساتھ باتوں کے دوران ناشتہ کرتے تیمور کی نظر کئی بار کچن کی کھڑکی کی طرف اٹھی تھی۔ اس کے ہر ہر انداز میں مالکانہ اور ایک اپنائیت کی جھلک نظر آ رہی تھی۔ یہ سب چیزیں سارہ کی شخصیت میں آج سے پہلے تیمور نے نہیں دیکھی تھیں۔ تیمور کو اس کے وجود میں ایک نیا پن محسوس ہو رہا تھا۔

پھر منصور ملک دو دن رہے اور ان دو دنوں میں وہ بھائی کی کمپنی میں بے حد ہشاش بشاش دکھائی دیا۔ بے جی بھی ان کی محفل میں شریک رہیں لیکن سارہ تیمور کے رویے کی وجہ سے ذرا دور دور ہی رہی تھی۔ بے جی عشاء کی نماز پڑھ کر ٹی لاؤنج میں داخل ہوئیں تو سارہ انہیں تنہا بیٹھی نظر آئی۔

"یہ...... تیمور کیا اپنے کمرے سے چلا گیا؟" سارہ سے استفسار کرتے وہ اس کے قریب ہی صوفے پر بیٹھ گئی تھیں۔

"جی۔" اس نے مختصراً کہا۔

"پتر تو نے محسوس کیا جب سے تیمور کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے کچھ خاموش سا ہو گیا ہے۔" بے جی نے بڑی کھوجتی نگاہوں سے اس کی سمت دیکھا تھا۔

"نن...... نہیں بے جی! آپ کو وہم ہوا ہے۔" انہیں مطمئن کرتے سارہ کے دل پر اک گھونسا لگا تھا۔ (ہائے بے جی آپ کو کیسے بتاؤں کہ آپ کے بیٹے نے میرے ساتھ کیسا ظلم کیا ہے)

"اچھا...... پتر تو کہتی ہے تو ٹھیک ہوگا۔" وہ ایک دم ہی پرسکون دکھائی دینے لگیں۔ سارہ کو ان کی سادگی اچھی لگی تھی لیکن وہ حقیقت ان سے شیئر نہیں کر سکتی تھی۔

"مگر پتر تو بھی تو ڈاکٹر ہے ناں...... ذرا اچھی طرح سے اسے دیکھ لے وہ تو شروع سے ہی لاپرواہ ہے۔ بچپن میں اگر کبھی بیمار ہو جاتا تھا تو ڈاکٹر کے پاس نہیں جاتا دوا نہیں کھاتا تھا...... پھر بھی پتر تو اس کا دھیان رکھا کر۔" بے جی کو اس کی طرف سے کوئی شک وشبہ نہیں تھا لیکن پھر بھی وہ ماں تھیں۔ بیٹے کی عادتوں کے متعلق بتاتے اسے بڑی محبت وشفقت سے سمجھا رہی تھیں۔

SkorpiO FriendsKorner

Please register! Visual Watermark

پھر بے جی اس سے کافی دیر تک باتیں کرتی رہیں۔ گیارہ بجے کے قریب وہ سونے کے لیے اٹھیں تو وہ بھی اپنے دل پر ڈھیروں بوجھ لیے اپنے بیڈروم میں آ گئی۔

بیڈروم میں نائٹ بلب جل رہا تھا اور تیمور آنکھوں پر ایک بازو رکھے بیڈ پر دراز تھا۔ سارہ بھی بیڈ کی سمت آ گئی۔ اپنا تکیہ بیڈ کراؤن سے لگا کر بیٹھ گئی۔ نیند اس کی آنکھوں سے آج کوسوں دور تھی۔ گردن موڑ کر تیمور کی سمت دیکھا تھا۔ ہلکے ہلکے خراٹے اس کی گہری نیند کی علامت تھے اور کچھ وہ میڈیسن کے زیر اثر بھی تھا۔ ہلکی دودھیا روشنی میں اس کا آدھا چہرہ جس میں کھڑی مغرور سی ناک اور عنابی ہونٹوں پر جھکی مونچھیں بڑی واضح دکھائی دے رہی تھیں۔ سارہ یک ٹک اس کے آدھے چہرے کو دیکھے جا رہی تھی......

گھمسان کا رن تو اس کے اندر اس دن سے چل رہا تھا جس دن سے اس نے حقیقت جانی تھی۔ لیکن آج بے جی کی باتوں نے اسے عجیب سے اضطراب میں ڈال دیا تھا۔ تیمور کو دیکھتے اس کی آنکھیں پانیوں سے بھرتی جا رہی تھیں۔

سارہ یہ شاندار شخص صرف تمہارا ہے......

ہاتھ بڑھاؤ...... یہ فاصلے ختم کر لو......

کیوں کہ اب پہل تمہیں کرنا ہو گی...... دل کے ہاتھوں آج وہ بری طرح ہاری تھی...... بس اب وہ نہ خود تڑپ سکتی تھی نہ تیمور کو تڑپا سکتی لیکن اسے اپنا غصہ بھی اسی پر نکالنا تھا۔ اسے خبر ہی نہ ہوئی وہ کب تیمور کے سینے پر سر رکھ کر اشک بہانے لگی تھی۔

تیمور گہری نیند میں تھا یکلخت ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ پہلے تو اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا لیکن جب سویا ہوا ذہن بیدار ہوا تو سارہ کو اپنے سینے پر اشک بہاتے دیکھ کر گویا حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔

"سارہ۔" زیر لب بڑبڑاتے اس نے لیٹے لیٹے ہی ہاتھ بڑھا کر سائیڈ لیمپ روشن کر دیا تھا۔

"اسے میں تمہاری نفرت سمجھوں یا مجبوری؟ کیونکہ محبت تو تم بہرحال مجھ سے نہیں کر سکتیں۔" لیمپ کی روشنی میں سارہ کے وجود کو بغور دیکھتے ہوئے اس نے گہرا طنز کیا تھا۔

"کیوں...... محبت صرف تم ہی کر سکتے ہو کیا؟" اس کی بات سارہ کے سینے میں کسی تیر کی طرح پیوست ہوئی تھی۔ وہ تڑپ کر اس کے سینے سے اٹھی تھی۔

تیمور نے بری طرح چونک کر اس کی سمت دیکھا۔ آنسوؤں سے تر خوب صورت چہرہ بھیگی بھیگی شکوہ کرتی آنکھیں تو اسے آج کوئی نئی کہانی سنا رہی تھیں۔ وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے اٹھ بیٹھا تھا۔

"تیمور ملک! مجھے صرف تم اتنا بتا دو کہ تمہیں یہ حق کس نے دیا تھا کہ تم میری زندگی، میری محبت کو اپنے بھائی کے دامن میں ڈال دو۔ تم نے میرے ساتھ وہ ظلم کیا ہے جس کے لیے میں تمہیں کبھی معاف نہیں کر سکتی۔ خود تو تم نے قربانی دے کر اپنی عظمت کے جھنڈے گاڑ لیے تھے۔ مجھے کیوں سولی پر لٹکا دیا تھا...... بولو جواب دو۔" سارہ کو واقعی بے حد دکھ تھا اس کے آنسو تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ تیمور کو ایک شاک سا لگا تھا۔ اس کا شک یقین میں بدل گیا تھا لیکن وہ فی الحال خاموش تھا۔

"تم...... نے تو اس سچائی کو سات پردوں میں چھپا کر رکھا تھا لیکن میں نے وہ ڈائری پڑھ لی ہے تیمور صاحب۔" سارہ غصے میں غرائی تھی۔

"سارہ۔" اس انکشاف کو اس کی زبان سے سن کر تیمور نے ایک لمحے کی دیر کیے بغیر اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا تھا۔

"دل کہہ رہا ہے تم سے عمر بھر بات نہ کروں۔" اس کے سینے کو اشکوں سے بھگوتے وہ ڈائری پڑھنے کی تمام داستان اسے سنا رہی تھی۔

"تمہارا دل تمہارا کہاں ہے؟ میری جان! وہ تو...... ایک عرصے سے میرا ہو چکا ہے۔" تیمور لہجے میں ڈھیروں محبتیں لیے اس کی چمکتی مانگ پر اپنا چہرہ ٹکاتے سرگوشی کر رہا تھا۔

"تیمور! تم نے تو مجھے مارنے میں کوئی کسر نہیں

SkorpiO
FriendsKorner

Please register!
Visual Watermark

چھوڑی تھی۔" سارہ کے شکوے ختم نہیں ہو رہے تھے۔

"دیکھو سارہ! منصور لالہ کی ویران زندگی اور پھر انہوں نے خود شادی کے لیے تمہارا نام لیا تھا۔ ان دونوں باتوں نے اور جذباتیت نے مجھ سے وہ کام کروا دیا جو کبھی میرے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا۔ اور آگے منصور لالہ نے اور قسمت نے جو کھیل میرے ساتھ کھیلا اس پر بھی میں حیران تھا۔ میں تو نکاح والے دن بے یقینی کی کیفیت میں رہا۔ تمہاری طرف سے ایک خوف ہنوز طاری تھا کہ تم انکار کر دو گی لیکن بعد میں سمیعہ بھابی سے معلوم ہوا تھا کہ تمہیں بھی عین نکاح کے ٹائم پر سرپرائز دیا گیا تھا۔ اس پر مجھے بے جی نے کہا تھا کہ بیٹیاں ماں باپ کی عزت پر خاموشی سے قربان ہو جاتی ہیں اور اف بھی نہیں کرتی ہیں اور میں سمجھ گیا کہ تم نے کس سچویشن میں نکاح نامے پر سائن کیے ہوں گے۔ حالات نارمل ہو جانے کے بعد سارہ میں منصور لالہ کو حقیقت بتا سکتا تھا لیکن صرف اس لیے خاموش رہا کہ میرا بھائی میرے سامنے شرمندہ ہو جائے گا۔ یہ احساس انہیں کبھی میرے سامنے آنکھ نہیں اٹھانے دے گا کہ انہوں نے میری محبت کو اپنانا چاہا تھا۔ میں نے بھی ان کا بھرم رکھا تھا۔" دھیرے دھیرے وہ اپنے خیالات کا اظہار کر کے خاموش ہو گیا تھا۔

"سارہ اگر تم نے ڈائری نہ پڑھی ہوتی اور اب میں تمہیں سچائی بتاتا تو کیا تم یقین کر لیتیں؟" اس کی لرزتی پلکوں کے کھیل کو دیکھتے ہوئے تیمور نے نہ جانے یہ سوال کیوں پوچھا تھا۔

"تیمور! تمہیں ایک بات بتاؤں میں تم سے اسی دن ہار گئی تھی جس دن مجھے اپنے پریگننٹ ہونے کی خبر ملی تھی۔ میں نے سمجھوتہ کر لیا تھا کہ میں اپنے آنے والے بچے کو اپنی ضد کی بھینٹ نہیں چڑھاؤں گی کیونکہ اسے ماں باپ دونوں کی ضرورت ہوگی۔ دماغ نے تو مجھے کب کا سمجھا دیا تھا لیکن...... یہ دل جو تھا ناں یہی مان کے نہیں دے رہا تھا۔" بے حد سکون سے کہتے سارہ نے اپنے ساتھ بیٹھے تیمور کے شانے پر سر ٹکاتے آنکھیں موند لی تھیں۔

"سارہ! ادھر دیکھو۔" تیمور نے بغور اس کی جانب دیکھا تھا۔ چہرے کے اردگرد بکھری لٹوں کے درمیان اس وقت سارہ کا چہرہ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے بدلیوں سے جھانکتا چاند۔

"ہوں۔" سارہ نے دھیرے سے اس کے شانے سے سر اٹھائے اس کی سمت دیکھا تھا۔

"تو پھر ادھر آؤ میں بتاتا ہوں......" اس نے سارہ کے شانے سے ہوتی لمبی چوٹی کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے اس کے بل کھولنا شروع کر دیے تھے اور لہجہ اس کا چاہتوں کی شدت لیے خمار آلود تھا۔

"تیمور! مجھے تنگ مت کرو میں ابھی جا کر بے جی کو بتاؤں گی۔" اس کے تیور دیکھتے ہوئے سارہ واقعی نروس ہو رہی تھی۔

"بے جی تنگ کرنے کی نوعیت پوچھیں گی پھر کیا بتاؤ گی؟" ہنوز اس کی چوٹی کے بل کھولتے تیمور کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

"یہ...... یہی...... کہ...... آ...... آپ کا بیٹا......" بے ربط ہوتے بات ادھوری چھوڑ کر وہ بری طرح جھلائی تھی۔

"ہا...... ہا...... ہا۔" تیمور کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

سارہ نے اسے جواباً گھور کر دیکھا تھا۔

وہ جھلاتی ہوئی سارہ کو اپنی پناہوں میں لیتے ہوئے شوخی سے سرگوشی کرتے اس کی کھلی زلفوں میں تقریباً چھپ گیا تھا۔

"بہت...... فضول ہو تم۔" شرمائی لجائی سارہ بس اتنا ہی کہہ پائی تھی کیوں کہ تیمور کی محبتوں کے سمندر نے اسے چاروں طرف سے گھیر کر اس کے بھاگنے کی تمام راہیں مسدود کر دی تھیں۔

SkorpiO FriendsKorner

Please register! Visual Watermark